

توضیح الوقف

حاشیہ

جامع الوقف

متن از

استاذ القراء مولانا حافظ قاری ابن ضیاء محب الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حاشیہ از

الحاج قاری و مقری محمد صدیق صاحب فلاحی سانسرو دی
صدر القراء دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات

لجنة القراء

دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات، پین کوڈ - ۳۹۳۱۷۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی رومہ
معدن البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com

فہرست امین

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر شمار
	تقریظ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپوردوی دامت برکاتہم	۱
	تقریظ حضرت مولانا قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم	۲
۱	پیش لفظ	۳
۹	مصنف کا مختصر تذکرہ	۴
۱۳	مقدمہ	۵
۲۰	پہلا سبق اصطلاحات وقف اور اسکے تقسیم	۶
۲۱	کیفیت وقف کی صورتیں	۷
۲۲	کیفیت وقف بلحاظ ادا کی صورتیں	۸
۲۲	کیفیت وقف بلحاظ اصل کی صورتیں	۹
۲۲	محل وقف کی صورتیں	۱۰
۲۲	وقف واقع ہونے کی صورتیں	۱۱
۲۷	دوسرا سبق وقف بلحاظ ادا اور اسکے تعریف	۱۲
۳۳	وقف بالاسکان	۱۳

نمبر	مضامین	نمبر
۳۳	وقف بالا شام	۱۳
۳۴	وقف بالروم	۱۵
۳۴	وقف بالابدال	۱۶
۳۷	تیسرا سبق وقف بلحاظ اصل اور اسکے کی تعریف	۱۷
۳۸	وقف بالسکون	۱۸
۳۸	وقف بالتشدید	۱۹
۴۰	وقف بالاظہار	۲۰
۴۱	وقف بالاثبات	۲۱
۴۲	چوتھا سبق وقف بلحاظ رسم اور بلحاظ وصل اور اسکی صورتیں	۲۲
۴۴	کیفیت وقف بلحاظ وصل کی صورتیں	۲۳
۴۶	پانچواں سبق وقف کی تعریف اور اسکے احکام	۲۴
۶۸	چھٹا سبق محل وقف کے احکام	۲۵
۸۵	ساتواں سبق علامت وقف علامت وصل کے احکام	۲۶
۱۱۲	تنبیہات وقف	۲۷
۱۱۸	آٹھواں سبق سکتہ کی تعریف اور اسکے احکام	۲۸
۱۳۹	تنبیہات سکتہ	۲۹
۱۴۱	نواں سبق سکوت کی تعریف اور اسکے احکام	۳۰
۱۴۸	دسواں سبق قطع کی تعریف اور اسکے احکام	۳۱

تقریب

از شیخ مکرّم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپوڈروی دامت برکاتہم
(تریس جامعہ فلاّج ڈارین، تکرپسکر، گجرات)

علم تجوید و قرأت کا ایک شعبہ علم الوقف والا ابتداء ہے جو شخص بھی علم قرأت میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے اسکے لئے علم وقف و ابتداء کا جاننا ضروری ہے اسلئے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات کے صحیح معنی جاننے اور حکم کو مستنبط کرنے کیلئے وقف کے صحیح محل کا جاننا ضروری ہے اگر اس علم سے واقفیت نہ ہو تو قاری غلط جگہ وقف کر کے معنی میں قباحت اور اختلال پیدا کر دیتا ہے۔

وقف و ابتداء کی اہمیت کے پیش نظر عربوں نے ہمیشہ اسکی طرف توجہ کی ہے کیونکہ قاری یا متکلم جب صحیح وقف کریگا اور دوسرے جملہ کی ابتداء صحیح طور پر کریگا تب ہی معنی میں درستگی اور سن پیدا ہو گا چنانچہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو جو اوشنی کا مالک تھا پوچھا اتبیبھا؟ کیا آپ اسکو فروخت کریں گے؟ اسنے جواب میں فرمایا کہ لا عافالک اللہ اسکا مطلب تھا کہ میں فروخت کرنا نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت نصیب فرمائیں مگر لا عافالک اللہ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپکو عافیت نصیب نہ کرے اسلئے سیدنا ابو بکر رض نے فرمایا لا نقل لہکذا۔

ولکن قل لا وعافا لک اللہ دیکھتے واو کے فصل کے سبب وہ قیامت دور ہو گئی جو لا وعافا لک اللہ میں پیدا ہو گئی تھی۔

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر قرون اولیٰ سے آج تک صرف علم وقف وابتداء پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق سب سے پہلے شیبہ بن نصاح المدنی المتوفی ۳۱۰ھ نے کتاب الوقوف تحریر فرمائی اور اسکے بعد صدہا کتابیں ہر دور میں لکھی گئیں جسکی تفصیل منار الہدیٰ اور المکتفی کے مقدمہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

البتہ ان سینکڑوں کتابوں میں ابن الانباری المتوفی ۲۸۰ھ کی کتاب ایضاح الوقف والابتداء ابن نحاس (م ۲۳۸) القطع والاستیناف اور علم قرامات کے شہرہ آفاق مصنف ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی الاندلسی کی ایضاً المکتفی فی الوقف والابتداء اور زکریا ہنغوی (م ۹۲۶) کی کتاب المقصد اور علامہ اشمونوی جو گیارہویں صدی کے فاضل علماء میں سے ہیں کی منار الہدیٰ اس فن کی اہم ترین کتابیں ہیں۔ برصغیر ہند وپاک میں بھی اردو زبان میں علم وقف پر کتابیں لکھی گئیں ان کتابوں میں شیخ القراء قاری محب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جامع الوقف کو مقبولیت اور خصوصی شہرت حاصل ہوئی اور برصغیر کے اکثر مدارس میں فن تجوید وقرارات کے نصاب میں داخل کی گئی۔

عرصہ سے اس کتاب میں مناسب حواشی اور تشریحات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی تاکہ کتاب کے مضامین طلباء کو آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔ ہمیں مسرت ہے کہ اس خدمت کیلئے اللہ تعالیٰ نے عزیزم قاری

موصوف صاحب فلاحی سانسرووی سلمہ کو توفیق بخشی عزیز موصوف نے اس فن کے حصول میں کافی محنت کی ہے اور انکو کتب قرأت اور تجوید کے مطالعہ کا بہت ہی اچھا ذوق اور اس فن کے مسائل کو اساتذہ فن سے سمجھنے کا شوق رہا ہے طلباء کی بے فکری اور متقدمین کی کتابوں کے مطالعہ سے گریز کے دور میں عزیز موصوف کا یہ ذوق دیکھ کر بھی ہمیشہ مسرت ہوتی رہی اللہ تعالیٰ انکے علم میں برکت عطا فرماتے اور طالبان فن کو استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین

عزیز موصوف نے فلاح دارین میں فراغت کے بعد تدریسی کام شروع کیا اپنے تعلیمی تجربہ اور طلباء کی ضرورت کو سامنے رکھ کر زیر نظر کتاب تیار فرماتی ہے اس کتاب کی فنی خوبیوں پر تو کوئی ماہر فن ہی کچھ لکھنے کا حق رکھتا ہے میر جیسے علم قرأت و تجوید سے نا بلند شخص کا کچھ لکھنا حسین ناشناس ہی ہو گا اللہ تعالیٰ صاحب موصوف کی محنت اور اساتذہ فن سے مختلف مسائل میں تبادلاً خیال کرتے کی عادت سے میں واقف ہوں اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ قاری صاحب نے طلباء عزیز کیلئے جو نافع باتیں ہمیں ذکر کر دی ہیں وہ طالبان فن کیلئے مفید اور مشکلات کے حل میں مفید ہوگی انشاء اللہ بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قاری صاحب کی خدمت کو قبول فرماوے اور طلبہ عزیز کیلئے اسکو نافع بنائے اور اسکو اجر و ثواب میں دارالعلوم فلاح دارین کے اساتذہ و خدام کو بھی حصہ نصیب فرماوے۔ وکذوالذکر علیہ السلام

فقط حقربك الشكر غفلة
الفلاح منزل

کالودرا۔ وایا۔ انکلیشور، بھوج
۲۹۔ شوال الحکم ۱۳۱۱ھ
۱۵۔ مئی ۱۹۹۱ء

تقریب

از جناب حافظ مولانا قاری مقری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم
(صدر شعبہ تجوید و قرأت جامعہ ڈابھیل، گجرات)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على
سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين

اما بعد:

وقف قاری کے لوازم میں سے ہے جسکا جاننا ہر قرآن پڑھنے والے پر لازم ہے ہی و جب ہے کہ قاری مقری کیلئے علم تجوید، علم قرأت اور علم رسم کے ساتھ ساتھ علم وقف کا جاننا بھی ضروری ہے ان سارے ہی علوم کے حصول پر قاری کی تکمیل موقوف ہے

وقف ترتیل کا جز ہے اسکے بغیر ترتیل کی تکمیل نہیں ہو سکتی سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ترتیل و قوف کی معرفت اور حروف کی عمدہ ادا کا نام ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی زندگی کا طویل زمانہ اس طرح گزارا ہے کہ ہم میں ہر شخص پر قرآن پڑھنے سے پہلے اسپر ایمان لانا ضروری ہوتا تھا اور نبی کریم ﷺ پر جب کوئی سورت نازل ہوتی تھی تو ہر شخص اسکے طلال و حرام و امر و جز اور مواقع و قوف کی تعلیم حاصل کرتے تھے امام المحققین علامہ جزری فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اسلاف کرام کا اس علم

کے حاصل کرنے کی اور اسکی طرف التفات اور خصوصی توجہ کرنا فقط صحیح نہیں بلکہ حد تو اتر کو پہنچا ہوا ہے۔

چنانچہ امام ابو جعفر یزید بن قعقاع جو اہل مدینہ کے جلیل القدر امام اور کبار تابعین میں سے ہیں

امام نافع مدنی جو امام ابو جعفر کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں امام ابو عمرو بصری، امام یعقوب حضرمی، امام عاصم کوئی، یہ وہ حضرات ہیں جنکا شمار بڑے اور صاحب اختیار ائمہ میں سے ہوتا ہے۔ عسکری قرأتوں کو ہم پڑھتے پڑھاتے ہیں اسکے علاوہ بہت سے ائمہ مثلاً امام ابو حاتم سبختانی، افضس، ابو عبیدہ، علم اوقاف کے ائمہ اور زمام تحقیق کے شہسوار ہیں، ان آثار و اقوال اور اجماع صحابہ اور سلف صالحین کے بعد اوقاف کی اہمیت اور اسکے وجوب سے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں تھی چنانچہ ائمہ قرأت نے اس علم کو مدون فرما کر ایک مستقل فن کی حیثیت دے دی تجوید و قرأت کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں دیگر ابواب کے ساتھ اوقاف کا باب قائم نہ کیا گیا ہو یہی نہیں بلکہ اس فن پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں مثلاً علامہ دانی، اسکی اسکنتی، علامہ جزیری، کی الابتدائی الوقف والابتداء، احمد بن محمد شیمول، کی متار الہندی فی الوقف والابتداء وغیرہ یہی وجہ ہے کہ علماء متاخرین نے قرأت پڑھانے والے معلمین و مقررین پر یہ شرط لگا دی کہ وہ اپنے تلامذہ میں سے کسی کو اس وقت تک اپنا مجاز نہ بنائیں جب تک انہیں وقف و ابتداء کی معرفت پیدا نہ ہو جاتے۔

انہیں اہمیتوں کو پیش نظر استاذ القراء حضرت مولانا قاری المقری اے شیخ محب الدین احمد صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اوقاف میں ایک رسالہ تالیف فرمایا

جو جامع الوقف سے مرسوم ہے رسالہ اگرچہ مختصر مگر بہت عمدہ مقبول اور اسم با مسمیٰ ہے اور مضامین بطور قواعد کلیہ کے مرقوم ہیں۔

کتاب اور صاحب کتاب مزید تعارف کے محتاج نہیں مختصر یہ کہ صاحب فضل و کمال اور اسلاف کا نمونہ تھے پوری زندگی تجوید و قرأت کی خدمت میں گزاری، بالواسطہ یا بلاواسطہ یہ شمار تلامذہ چھوڑے جو آج ہندوستان میں اس فن کی خدمت انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپکی دینی اور قرآنی خدمات کو قبول فرما کر درجات عالیہ عطا فرمائیں۔ آمین کتاب جامع الوقف اگرچہ کچھ زیادہ مشکل نہیں تاہم اقتصار کی وجہ سے دور حاضر کے طلبہ کیلئے تشریح و توضیح کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اسلئے کہ ماہی کی تصنیفات و تالیفات مستقیل والوں کو کچھ مشکل ہی نظر آتی ہیں

ہمیں بڑی مسرت ہے کہ عزیز محترم مولانا قاری صدیق صاحب فلاحی نے کتاب جامع الوقف کی توضیح و تشریح پر قلم اٹھایا ایک مفید حاشیہ تحریر فرمایا میں نے اس حاشیہ کو از اول تا آخر دیکھا ماشاء اللہ عمدہ اور مدلل تشریح ہے خداوند کریم اس شرح کو طلبہ کیلئے نفع بخش بنائے آمین قاری محمد صدیق صاحب دارالعلوم فلاح دارین کے لائق و فائق فاضل ہیں اور اب چند سالوں سے اپنے مادر علمی کے شعبہ تجوید و قرأت کی مسند پر فائز ہیں۔

فاضل موصوف کے زمانہ طالب علمی ہی سے فن تجوید و قرأت میں دل چسپی اور اچھا لگاؤ پیدا ہو گیا تھا ماسئل کی تحقیق اور کتب بینی کا ماشاء اللہ بہت عمدہ ذوق ہے، سادہ مزاج خلیق اور شریف طبیعت

ہے اگر عزیز موصوف کا یہی ذوق رہا تو انشاء اللہ ہمیں امید ہے کہ مستقبل
 قریب میں ایک اچھے استاذ اور عمدہ مقرر ثابت ہوں گے۔
 ہماری دلی دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قاری صاحب کی ایسی
 محنت کو قبول فرما کر ان نعمتوں کے دارین سے نوازے جو خدام قرآن
 کیلئے موعود ہے۔

آمین یا رب العالمین بجا لا سید

المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

حزرت - أحمد اللہ غفر لہما کلپوری

خادم قرأت جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

حامدًا ومصليًا

زیر نظر رسالہ جامع الوقف اردو زبان میں اپنے طرز کا وہ واحد رسالہ ہے جس میں کچھ مختصر کچھ مفصل مگر متن کے انداز میں علم وقف کے ضروری مسائل کو بیان فرمایا گیا جسکی زبان اصطلاحی اور مسائل کثیر ہیں پھر اسکا تعلق دور اخیر میں فن تجوید و قرأت کے مزج و ماویٰ شیخ القراء حضرت مولانا حافظ قاری مقری محب الدین صاحب نور اللہ مرقدہ کی شخصیت گرامی سے ہے جنکا اصولی ذوق مشہور و معروف ہے یہی وجہ ہے کہ بعد کے علم وقف پر لکھنے والوں نے اس رسالہ سے بہت ہی زیادہ استفادہ کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ رسالہ ہمارے اکثر مدارس اسلامیہ عربیہ میں داخل

نصاب ہے

اس ناقص کو بھی چونکہ انڈرب العزت کے خصوصی فضل و کرم و میرے مشفق ترین اساتذہ کرام کی توجہات کے طفیل اپنی ہی مادر علمی دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت میں رسالہ ٹخا کو پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی

ایک مدت سے اسکی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اسکے مشکل

مقامات و مسائل کی کوئی ایسی تشریح ہو جس سے کتاب کے حل کے ساتھ ساتھ طلباء میں علم و قف کا ذوق اور فن سے اچھی مناسبت پیدا ہو دوران تدریس احقر کو بھی اس کا احساس ہوا۔

ادھر علم و قف کے درایت پر موقوف ہونے کی وجہ سے، نیز مصنف علیہ الرحمۃ کے ذوق اصولی و رسالہ طہذا کے طرز اختصار کے پیش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ اس اہم موضوع کی اہمیت کی وجہ سے کوئی پختہ کار صاحب قلم اسپر قلم اٹھاتے مگر دیکھا گیا کہ آج تک اسپر کچھ نہیں لکھا گیا ہے۔ بالآخر ضرورت کی اہمیت کا خیال کرتے ہوئے اپنی علمی بے بضاعتی و کم مائیگی کے باوجود متوکل علی اللہ کام شروع کرنے کا ارادہ کیا اور اپنا خیال اپنے رفقاء کے سامنے ظاہر کیا تو انہوں نے اس خیال کی تحسین فرمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی بہت بندھی اور کام شروع ہی کر دیا مگر اپنی کچھ مصروفیتاً نیز کاہلی کی وجہ سے تاخیر ہوتی رہی تو ان ہی نیک دل احباب نے بار بار تکمیل کی طرف توجہ دلائی نیز اساتذہ کرام نے بھی اپنے شفقت آمیز انداز میں اسکو مکمل کر لینے پر تہنیت فرمائی تا آن کہ ان مخلصین کی توجہات و دعواتِ صالحہ کی برکت سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

فجراہم اللہ تعالیٰ

شکرو امتنان

اللہ تعالیٰ بہت ہی جزاء خیر عطا فرماتے میرے ایک بڑے ہی طبعی متواضع رفیق محترم جناب مولانا قاری یوسف صاحب ٹیکاری کو جنکے مخلص و قابل قدر تعاون سے اس مسودہ کی صفائی ہوتی

اسی طرح میرے ان طلباء عزیز کو جنہوں نے اپنے وقت کی قربانی دے کر مسودہ کی صفائی میں تعاون کیا۔

حسبناہم اللہ فی الدارین احسن الحزبان
چونکہ مجھے ناقص ہونے کا اعتراف ہے اور ناقص کا کلام نقص سے کم خالی ہوا کرتا ہے لہذا قارئین کرام سے یہ درخواست ہے کہ اس میں جو بھی نقص نظر آئے اسکو میری فہم ناقص کا شمرہ گردانیں اور ازراہ کرم مطلع فرمائیں ممنون ہوں گا۔

نیز ناظرین کرام سے دلی درخواست ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میری تقصیروں سے درگزر فرمائیں اور اسکو شرف قبولیت سے نواز کر میری علمی و عملی ترقی کا ذریعہ بنائے اور میرے مستفق والدین اور محسنین اساتذہ کرام (جنکی محنتوں کا یہ صدقہ ہے) کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

آمین یا رب العالمین و صلے اللہ علی النبی

الامتی و علی آلیہ و اصحابہ و بارئہ وسلم تسلیما۔

یہ ایک حقیقت سیکہ معرفت و وقف

ابواب قرآنی میں کا ایک اہم ترین باب

ہے جسکا ذیل کے فرامین سے خوبی انکشاف ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں

ورتل القرآن ترتیلاً میں صیغہ امر سے اسکا امر فرمایا ہے بلکہ پھر ترتیلاً مصدر سے اس امر کو مؤکد فرمایا اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ترتیل کی تفسیر تجوید الحروف و معرفۃ الوقوف سے فرمائی جسکا ما حاصل

یہ ہوا کہ علم تجوید کی طرح معرفۃ الوقوف بھی ایک اہم باب ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت
 عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لقد عشنا برصتا من دھرنا
 وان احدنا لیؤتی الایمان قبل القران وتنزل السورۃ علی بنی
 صلی اللہ علیہ وسلم فنتعلم حلالہا وحرامہا وامرہا وجزیہا
 وما ینبغی ان یوقف عندہا منها محقق جزری فرماتے ہیں کہ حضرت
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام معرفت وقف کے وجوب کی دلیل ہے اور حضرت
 ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کلام سے علم وقف کے سیکھنے پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا
 اتفاق واجماع ثابت ہوتا ہے

روایت پر غور فرمائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنکی زبان عربی اور
 وہ معانی قرآن سے واقف ہیں نیز اسکے اوامر و نواہی کو سیکھتے ہیں
 جبکہ بعد معرفت وقف کوئی دشوار امر نہیں رہتا اسکے باوجود ان کا
 بارگاہ رسالت سے وقف کو سیکھنا جہاں معرفت وقف کی اہمیت
 کو واضح کرتا ہے وہیں ہمارے لئے ایک زبردست درس عبرت ہے
 اسلئے کہ نہ ہماری زبان عربی نہ ہی معانی سے واقفیت پھر اس علم
 کی طرف توجہ دینا ہمارے لئے کس قدر ضروری ہو جاتا ہے اور انکا اس
 قدر اہتمام اسلئے تھا کہ بلا معرفت وقف کے معرفت قرآنی مشکل ہے
 چنانچہ ابن ابیناری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں من تمام معرفت القرآن
 معرفت الوقف والابتداء اور امام ابو حاتم سجستانی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں
 من لم یعرف الوقف لم یعرف القرآن۔

اسی کو ہمارے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر علم تجوید سے قرآن مجید کی صحت ہوتی ہے تو علم وقف سے قرآن کسب کی معرفت ہوتی ہے۔“

اس کے علاوہ امام صدیق علیہ الرحمہ اپنی ایک عظیم تصنیف الکامل میں فرماتے ہیں کہ الوقف حلیۃ التلاوة وزینۃ القاری وبلاغۃ التالیٰ منہم المستمع وفخر العالم وبی يعرف الفرق بین المعنیین المختلفین والنقیضین المتناقضین والحکمین المتغایرین نیز جیسا کہ مشہور سے الوقف من حسن القرآن اس پوری گفتگو کا حاصل یہ نکلا کہ معرفت وقف معانی سے واقف وغیر واقف دونوں کے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے پھر یہ اسلئے بھی اہم ہے کہ وقف کی غلطی سے معنوی غلطی کا توہم ہوتا ہے یا کلمہ مہمل ہو جاتا ہے پھر جبکہ ہماری گفتگو کا اصول بھی یہ ہے کہ بات ختم ہو جاتے تو وقف ورنہ وصل کیا جاتا ہے مثلاً کسی آقا نے اپنے غلام کو ایک عسکر کو گرفتار کرنے کے لئے حکم تحریر کیا کہ اسکو موت جانے دو خادم نے بجائے پکڑو پر وقف کرنے کے مت پر وقف کیا جسکا حاصل یہ ہوا کہ پکڑو موت - جانے دو معلوم ہوا کہ وقف کی غلطی سے پورا مفہوم الٹ گیا۔

چنانچہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ایک خطیب کو یہ کہتے ہوئے سنا من یطع اللہ ورسولہ فقد شد ومن یعصہما تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دانت کر فرمایا قسم بیئس خطیب القومانت

روایت سے معلوم ہوا کہ خطیب سے وقف کی غلطی کی وجہ سے مفہوم بالکل غلط ہو گیا اسکو چاہئے تھا کہ وہ یا مکمل جملہ کو ایک سانس میں کہتا یا پھر مقدسہ پر وقف کر دیتا

نیز روایت میں ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ خطیب کا اعتقاد تو درست تھا اور غلطی اعتقاد کی درستی کے ساتھ ہوئی اسپر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی معلوم ہوا کہ اعتقاد کی درستی کے ساتھ بھی وقف کی غلطی قابل تنبیہ ہے اسی طرح لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَا زَيْدَ لَكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ پر وقف کرنا يَأْتِيَنَّ تَبَعِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِيْ پر وقف کرنا یا اسی طرح دیگر مقامات پر وقف کرنا بھی معنوی قباحت کا موجب ہے بعض مرتبہ قاری قرآن کو يُرَادُونَ النَّاسَ وَلَا پر وقف کرتے ہوئے سنا ظاہر ہے کہ یہ درمیان کلمہ وقف کرنے کے مترادف ہے معلوم ہوا کہ علم وقف نہایت ہی اہم باب ہے یہی وجہ ہے کہ ائمہ متقدمین نے بغیر کیلئے ضروری قرار دیا کہ وہ کسی کو بھی اس وقت تک اجازت (سند) نہ دے جب تک کہ اسکو معرفت وقف حاصل نہ ہو اسی کو استاذ اساتذۃ الہند شیخ القرار حضرت قاری عبدالرحمن مکی علیہ الرحمۃ نے فوائد مکیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ قاری مقری کیلئے چار چیزوں کا جانتا ضروری ہے جنہیں سے ایک علم وقف بھی ہے چنانچہ اسکا خوب شاہد ہوتا ہے کہ قاری قرآن کریم کو تجوید کی رعایت کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتا ہے مگر وقف وابتداء کے محل صحیح اور محل غلط میں تمیز نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی تلاوت میں خاص قسم کی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہے مثلاً طول نفس کے حرص میں

یہی وجہ ہے کہ ائمہ فن نے اس علم شریف کی جانب مستقل توجہ فرمائی اور ابتداء ہی سے فن وقف پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا جو تا این دم جاری ہے۔ حسب بیان 'مقدمۃ المکتفی' سہ ماہی سے اس پر تصنیف کا سلسلہ شروع ہو کر ۱۲۹۰ء تک تقریباً بڑی بڑی مشہور کتب اس فن پر لکھی گئیں اور اب تک اسپر لکھنے لکھانے کا سلسلہ برابر جاری ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی مذکورہ رسالہ جامعہ الوقف ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس فن کی اہمیت قلوب میں پیدا فرما کر اسکے حصول کی عیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے آمین

مدرسہ عالیہ اسلامیہ
غداً القرآن والکتاب
مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم اسلامیہ



مصنف کا مختصر تذکرہ

سے اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی فخر القراء بقیۃ السلف القاری والمقری
حضرت مولانا محب الدین احمد بن شیخ القراء القاری والمقری

حضرت مولانا ضیاء الدین بن عبدالرزاق ہے وطن مالوف نارہ ضلع الہ آباد ہے
آپ حضرت قاری ضیاء الدین صاحب کے سب سے چھوٹے صاحب زادہ ہیں۔

ولادت

آپ کی ولادت ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء کو قصبہ
نارہ ضلع الہ آباد میں ہوئی قرآن مجید کا حفظ اپنے

اپنے بھائیوں کی طرح والد صاحب کی نگرانی میں پورا کیا اسکے بعد آپ علوم
دینیہ کی تحصیل کیلئے امر وہ شریف لیگئے امر وہ سے واپسی کے بعد
استاذ القراء حضرت قاری عبدالرحمن صاحب مکی کے پاس آپ نے تجوید و قرأت
سبب بطریق شاطبیہ اور قرأت عشرہ بطریق درہ وطیبہ کی تکمیل فرمائی پھر
حضرت ہنسی کے حکم و ارشاد پر اپنے والد صاحب سے سبب عشرہ کی سند حاصل کی

آغاز تدریس

آپ کے والد صاحب الہ آباد میں مدرسہ سبحانیہ جامع
مسی میں مدرس تھے والد صاحب کے زمانہ

حیات ہی میں مدرسہ طڈا میں والد صاحب کی جگہ آپ مدرس ہوئے علم
تجوید و قرأت میں وقت کی ایک عظیم شخصیت حضرت مولانا قاری و مقری

مفتی محمد حسین صاحب مالیکانوی جنہوں نے ہمارے مصنفؒ سے الہ آباد میں تین سال کے عرصہ تک استفادہ کیا وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اسی دور میں طلباء کا ایسا ہجوم رہتا تھا کہ پرانے زمانے کی یاد تازہ ہو جاتی تھی ہر وقت طلباء آپکو گھیرے رہتے تھے اور آپکی ذات نے یہ ثابت کر دیا کہ اخلاص و کمال فن موجود ہو تو خود بخود طلباء ایسے استاذ کو گھیرے رہتے ہیں اسکے علاوہ الہ آباد کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے جس سے طلباء کے ساتھ ساتھ شہر اور قرب و جوار کے شائقین بھی آپ سے استفادہ کرتے رہے۔

لکھنؤ جو اپنی ظاہری و معنوی گونا گوں اور
 بوقلموں اور خصوصیات میں شہرۂ آفاق ہے

لکھنؤ شریف آوری

حضرت قاری صاحبؒ کے براہ راست فیوض سے کس طرح محروم رہ سکتا ہے چنانچہ تمہا کو کے مشہور تاجر جناب فقیر محمد صاحب اینڈ سنس نے خاص طور پر تجوید و قرأت کا ایک مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے قائم کیا جسکے جملہ اخراجات کے خود ہی کفیل تھے موصوف نے اس مدرسہ کی مسند صدارت سمیٹنے قاری صاحب کو زحمت دی اس طرح آپ الہ آباد سے لکھنؤ شریف لائے آپ نے طویل عرصہ تک قرآن مجید کی خدمت انجام دی ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے فن قرأت کے طلباء جوق در جوق آنے لگے اور فنی تشنگی بھانے لگے یہاں سے اساتذہ قرأت کی عمدہ اور بڑی جماعت تیار ہو کر نکلی

مرکزی دارالقرآت کے تعلق

آخری زمانے میں آپ کے صاحبزادے جناب مولانا قاری ضیاء صاحب نے لکھنؤ ہی میں ایک مدرسہ بنام 'مرکزی دارالقرآت' قائم فرمایا حضرت قاری صاحب اب ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے مدرسہ آنا جانا آپ کے لئے پریشانی کا باعث تھا صاحبزادے نے آپ کو اس مدرسہ کی صدارت تدریس تفویض کر دی اور آپ مرکزی دارالقرآت کے نگران رہے حضرت سلف کی طرح آپ کے درس میں عجیب و غریب برکت تھی کہ کم وقت میں بہت آسانی کے ساتھ طلباء آپ سے استفادہ کر لیتے تھے شاطبیہ جیسی ادق اور مشکل کتاب آپ بہت آسان بنا کر پڑھا دیتے تھے آپ کو قرآن پاک سے لگاؤ اور تعلق تھا جو یہ و قرآت کے ذکر و تذکرہ میں جتنی مسرت اور فرحت آپ کو ہوتی کسی اور گفتگو سے نہیں ہوتی تھی۔ آپ قاری تو تھے ہی اسکے ساتھ زبردست قاری گز بھی تھے عظیم النظر اساتذہ فن سے آپ کو نسبتیں حاصل تھیں جن سے آپ سہا تہرک بن سکتے تھے آپ کی ذات بلاشبہ بلابالغہ زمانے کے لئے مقتنات میں سے تھی علمی دنیا بالخصوص قرآت و قرآن کی دنیا آپ کی ذات گرامی سے بخوبی واقف ہے۔

تالیفات و تصنیفات

تدریس کے اندر آپ نے جو عظیم الشان خدمت انجام دی وہ اظہر من الشمس ہے مگر صرف تدریس ہی کا مشغلہ نہ تھا بلکہ اسکے ساتھ ساتھ قلم سے بھی فن کی وہ خدمت انجام دی کہ قریب کی صدیوں میں اسکی مثال نہیں

ملتی آپکی تصانیف کے مطالعہ کے بعد قدر دان علم اس اعتراف پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ فن کی تصانیف کیلئے خصوصی ملکہ و سلیقہ عطا ہوا ہے اور اسی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں عبارتیں آسان حشو و زوائد سے خالی اور علمی فنی مضامین سے پور ہوتی ہیں صاحب عنایات رحمانی المقری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آپکی تعریف میں رطب اللسان ہیں اپنی کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں

شاطبیہ کی وہ شرح جسکے کام میں میں مصروف ہوں اسکو موصوف ہی تصنیف فرماتے تو اس صورت میں یہ شرح نہایت نفیس و جامع ہوتی اگر شرح شاطبیہ میری زندگی میں پوری نہ ہو سکی تو موصوف ہی اسکو اس طرز پر پوری فرمائیں گے آپکی تالیفات کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے

- ① تنویر المرآت شرح ضیاء القرامت - یہ ایک مختصر مگر جامع رسالہ کی شرح ہے فن تجوید کے ضروری امور اور بہت سے علمی مضامین کا گراں بہا مجموعہ ہے یہ شرح نہ صرف طلباء بلکہ اساتذہ کیلئے بھی مفید ہے
- ② معرفۃ التجوید - یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں تیس تیس قواعد و فوائد لکھے گئے ہیں آسان انداز بیان ہے جو بقامت کمتر مگر قیمت بہتر کا مصداق ہے
- ③ تحفۃ المبتدی - اس رسالہ میں مضامین تجوید بعنوان اسباق منقسم ہیں اس طرز سے طلباء کو یاد کرتے ہیں سہولت ہو گئی ہے
- ④ حواشی مرضیہ - یہ مشہور کتاب فوائد مکئیہ پر ایک حاشیہ ہے
- ⑤ حاشیہ جمال القرآن

۶) نزہۃ القاری ۷) حاشیہ ضیاء القرۃ یہ تینوں گراں قدر حواشی ہیں

۸) قاعدہ حکیم القرآن بچوں کیلئے نہایت مفید قاعدہ ہے

۹) کاشف الایہام ہمزہ والے کلمہ پر بحالت وقف امام حمزہ و ہشام کے نزدیک

جو مشکل وجوہ پیدا ہوتی ہیں علم قرأت کے طلباء پر یہ محفلی نہیں ہے اسے حل اور سہل کرتے

میں یہ نہایت عمدہ رسالہ ہے ۱۰) ضیاء البرہان ایک عالم نے قرآن مجید کی رسم

کو قیاسی مانا ہے اسے توہینی ہونے کا انکار کیا ہے اس رسالہ میں اسکا مدلل جواب

۱۱) جامع الوقف اس رسالہ میں اختصار کے ساتھ مسائل وقف کا کافی ذخیرہ جمع

کیا گیا ہے تمام مدارس میں داخل نصاب ہے ۱۲) معرفت الوقوف تمام چیزیں

بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کی سکتی ہیں ۱۳) معرفت الرسوم رسم عثمانی کے

متعلق قواعد نہایت آسان اور جامع انداز میں درج کئے گئے ہیں

۱۴) ضیاء الارشاد فی تحقیق الضاد اس رسالہ میں سب سے مشکل حرف ضاد

سے متعلق اطراف ملک سے آتے ہوئے اسلئے سنتوں کا مدلل جواب ہے۔

تلازمہ آپ سے بے شمار قاریوں نے قرأت کی سند حاصل کی جو آج مختلف

علاقوں میں قرآن مجید کی خدمت انجام دے رہے ہیں مشہور شاگردوں میں قاری

محمد حسین صاحب مالیکانوی، قاری محمد عثمان اعظمی، قاری ظہیر الدین معرفتی

ماہب احیاء المعانی نیز استاذ من شیخ القراء حضرت قاری امیر احمد رحمۃ اللہ علیہ

فیض آبادی۔ وفات ۱۹۸۲ء میں ہوئی جو آپ کی آخری خوابگاہ ہوئی، قرآن کریم کا یہ بے مثال خادم ۵۰

سال کی عمر پا کر ۱۹۸۲ء کے اوائل میں مختصر علالت کے بعد اس دار فانی کو خیر باد کہتے ہوئے اپنے

مولائے حقیقی سے جا ملا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جزو اللہ عنا وعن جمیع المتعلین

۱- والعلین : امین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بموجب ارشاد باری تعالیٰ و در قتل القرآن ترتیلاً قرآن مجید کو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھنا چاہئے اسلئے کہ خلاف پڑھنے میں عقاب و تہدید کا خوف ہے۔

ہمارے حضرت مصنف^۱ اپنے اس مقبول رسالہ کو ہدایت لہو کی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت بموجب حمد و صلوة سے شروع فرمایا تاکہ یہ امر ذی شان ابتداءً ذکر اللہ کی وجہ سے اقطع و احزم ہونے سے محفوظ رہے

یہ آیت کریمہ تجوید و وقف کے ثبوت کیلئے اصل الاصول کا درجہ رکھتی ہے (جسکی تشریح آرہی ہے) اس جگہ بقدر ضرورت صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تہذیب سے قرآن کریم کو رعایت ترتیل سے پڑھنے کی تاکید فرمائی اس طور پر کہ اول تو اسکو صیغہ امر سے بیان فرمایا اور اسکی تاکید کیلئے ترتیلاً مصدر استعمال فرمایا۔ اس تاکید کے باوجود اسکے خلاف پڑھنے میں عقاب و عقاب برداری کا اندیشہ لازمی ہے جسکے لئے ہمارے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں باری تعالیٰ کے اس ارشاد موعود کی وجہ سے قرآن مجید کو ترتیل ہی سے پڑھنا چاہئے۔

اب اگر اس لفظ ہی پر غور کیا جائے تو مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جو بھی پڑھے اور جب بھی

حرفوں کو اکتے مخارج و صفات سے ادا کرنے اور وقف کے قواعد و مواقع پہچاننے کو ترتیل کہتے ہیں ترتیل اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب قاری حرفوں کو صحیح مخارج و صفات سے ادا کرنے کے ساتھ وقف کرنے میں قواعد وقف اور مواقع کی بھی رعایت کرے ۳

بھیہ صغیر کز شتہ

پڑھے تو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھے گویا اسکو پڑھنے کا طریقہ ترتیل ہی ہے اور اسکے خلاف پڑھنا پڑھنا ہی نہیں فائدہ ترتیل سے مراد کیا ہے آگے اسکو بیان فرما رہے ہیں

۳ آیت کریمہ ورتل القرآن ترتیلاً علم تجوید علم وقف کے ثبوت کیلئے اصل الاصول کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ترتیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں

الترتیل هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے دونوں چیزوں کی رعایت کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کو ضروری قرار دیا ہے

معلوم ہوا کہ ترتیل کی حقیقت مذکورہ دو چیزیں ہیں لہذا کسی تلاوت کے مکمل موافق ترتیل کہلانے کیلئے ان دونوں جز کا ہونا لازمی و ضروری ہے اور ان میں سے کسی بھی ایک کے مفقود ہونے سے اس امر خداوندی کا مکمل استثناء ناممکن ہے بلکہ ترتیل ناقص رہے گی

پھر تجوید الحروف مندرجہ ذیل امور ثلاثہ کا نام ہے خارج الحروف۔ صفات لازمہ صفات عارضہ یعنی ترتیل کے جزو واحد کی تکمیل کیلئے بھی ان امور ثلاثہ کی رعایت ضروری ہے

انہیں سے ایک کا فقدان جزو واحد کی تنقیص کا باعث ہوگا

فائدہ۔ ہمارے مصنف علیہ الرحمۃ نے صفات کو مطلقاً فرمایا جس میں اسکی دونوں قسمیں صفات

لازمہ۔ صفات عارضہ۔ داخل ہے۔

ترتیل ہی کا دوسرا جزر علم وقف بھی ہے اہمیت کے لحاظ سے علم وقف کسی طرح علم تجوید سے کم نہیں جس آیت کریمہ سے تجوید کا وجوب ثابت ہوتا ہے اسی آیت سے علم وقف کا بھی وجوب ثابت ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر علم تجوید سے قرآن مجید کی صحت ہوتی ہے تو علم وقف سے قرآن کریم کی معرفت ہوتی ہے۔

نوٹ

بقیہ صفحہ گزشتہ

چونکہ تجوید الحروف کی تفصیلی گفتگو کا تعلق کتب تجوید سے ہے لہذا اسکو وہیں

ملاحظہ کیا جاتے۔ اب ترتیل کا جزو ثانی معرفۃ الوقوف ہے جو محل و کیفیت وقف و چیزوں کا نام ہے لہذا ترتیل کی بجا آوری کیلئے ان امور ثلثہ کے ساتھ ان دونوں امور کی رعایت و پابندی ضروری ہے ورنہ جزو ثانی کی تکمیل نہ ہوگی اور جزو ثانی کی تنقیص ترتیل کی تنقیص ہے لہذا خارج صفات لازمہ عارضہ محل وقف کیفیت وقف مذکورہ امور خمسہ کی رعایت ترتیل پر عمل کیلئے ضروری ہے۔

۵۴ اوپر کی گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ علم تجوید و علم وقف دونوں کا مآخذ و مصدر ایک ہی ہے

اور ترتیل کا صیغہ امر ان دونوں ہی کیلئے ہے اور جس طرح اس صیغہ امر سے علم تجوید کو واجب و ضروری قرار دیا جاتا ہے علم وقف بھی واجب و ضروری ہوگا لہذا گو گوگوں کے درمیان علم وقف کی اہمیت علم تجوید سے کم ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ علم وقف اہمیت کے اعتبار سے کسی طرح علم تجوید سے کم نہ ہوگا لہذا اس طرف توجہ کام ہونا ممکن ہے اسلئے ہو کہ علم وقف کا تعلق درایت سے ہے اور اسکا مدار عربیت سے واقفیت پر ہے لہذا ہمارے یہاں عموماً عربیت سے اتنی واقفیت نہیں ہوتی جس قدر علم وقف کیلئے ضروری ہے۔

حضرت مصنف کی یہ اہمیت سے متعلق گفتگو اسی مقالہ یا غفلت کے ازالہ کی غرض سے ہے۔

موجودہ زمانے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتے ہیں مگر جس وقت اوقاف میں غلطی کرتے ہیں تو سکر ٹری کلفت ہوتی ہے

بقیہ صفحہ گزشتہ آگے فرماتے ہیں کہ علم تجوید کے جملہ مسائل و ابجاث کا تعلق قرآن کریم کی

صحت سے ہے جبکہ وقف کی صحت سے قرآن کریم کے صحیح معنی و مفہوم کی معرفت ہوتی ہے

جو کہ اصلی مقصد ہے لہذا علم تجوید کو نہایت ضروری ہے تاہم علم وقف معرفت قرآن کا سبب

ہونے کی حیثیت سے اسکی اہمیت زیادہ ہے جسکو اپنے مقدم میں اہمیت علم وقف کے تحت ابن

الانباری والوہاتم سجستانی رحمہما اللہ کے حوالہ سے پڑھا

چونکہ اولاً تو علم تجویدی سے عموماً غفلت ہے پھر اللہ تعالیٰ جسکو اسکی توفیق عطا فرماتے

ہیں انہیں کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو قرآن کریم کے معانی سے ناواقف ہوتے ہیں تجویدی پر

اکتفا کی وجہ سے معنوی واقفیت کی طرف توجہ نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے جسکے نتیجہ میں قرآن کریم

کو تجوید کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتے ہیں مگر وقف یا ابتداء کر نے میں ایسی غلطی ہوتی ہے جس

سے خاص قسم کی قباوت پیدا ہو جاتی ہے جو باعث کلفت ہوتی ہے پھر بالخصوص اہل لسان

یا ارباب ذوق کیلئے بڑی کلفت کا باعث ہوتا ہے مثلاً فمن تبعتنی فاندہ منی ومن

عصائی پر یا یراؤن الناس ولا یروقف یا وما کانو یجبدون یروقف کے بعد من

دون اللہ سے ابتداء اسی طرح لقد صبح اللہ قول الخین قالوا یروقف کے

بعد ان اللہ فقیر ونحن اعدیاء سے ابتدا کرنا یا کھی ویعلیک من تاویل

الاحادیث یروقف کے بعد الاحادیث سے اعادہ اسی طرح کھی درمیان کلمہ سے اعادہ

مثلاً الارض، ارض، المضر، مضر، سب وقف ابتدا کی وہ غلطیاں ہے جس سے معنوی غلطی

بظنی علم کریشٹہ
قباحت پیدا ہوتی ہے جنہیں سے بعض تو معانی سے ادنیٰ واقفیت والے کے لئے بھی باعث
کلفت ہے تو ارباب ذوق کیلئے دوسرے لہذا اس طرف خصوصی توجہ و بیداری کی ضرورت ہے
اللہ تعالیٰ اسکی توفیق عطا فرماوے

علاہ اخیر میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے اس بابرکت تصنیف کیلئے (جو
ہمارے لئے بیداری کا سبب بننے کے علاوہ صحت و قف کیلئے معین بھی ہوگی) قبولیت
کی دعا فرما رہے ہیں اور اسی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اسے خاص مقبولیت عطا فرمائی ہے
چنانچہ ہمارے یہاں تقریباً تمام مدارس اسلامیہ سربہ نے اسکو داخل نصاب کیا
اور ارباب فن نے اسکو قدر کی نگاہوں سے دیکھا

فللہ در المصنف والحمد لله على ذلك

فائدہ :- کسی بھی فن کو شروع کرنے سے قبل اجمالی طور پر چند امور کا جاننا ضروری ہے
تاکہ بصیرت مندی کے ساتھ فن کی ابتداء ہو کر مناسبت کسی درجہ میں پیدا ہو سکے منجملہ انکے
تعارف علم الوقف : ہونے جلیل یعرف بہ کیفیت اداء القراءۃ بالوقف
على المواضع التي نص عليها القراء لان تمام المعاني والابتداء بمواضع
محددة لا تختل فيها المعاني - مقدمة المكتفي صفحہ
خلاصہ جسکا یہ ہے کہ علم وقف وہ فن ہے جسکے ذریعہ سے وقف و ابتداء کی کیفیت اور
ان دونوں کا محل معلوم ہو

موضوع علم الوقف :- کلمہ اور کلام ہے کیونکہ وقف کی دو حیثیتیں ہیں ایک یہ کہ وقف
کس طرح کیا جائے دوم یہ کہ وقف کہاں پر کیا جائے پس باعتبار کیفیت وقف وقف
کا تعلق اخیری کلمہ سے ہے اور باعتبار محل وقف وقف کا تعلق اختتام کلام سے ہے

غرض و غایت :- وضاحت کلام

ماخذ هذا العلم :- جیسا کہ حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی علیہ الرحمۃ امداد الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کتاب السنۃ رسول ﷺ، اجماع امت، قیاس ہیں

أما الكتاب :- فقال الله تعالى ورتل القرآن ترتيلا

أما السنة :- فعن ابن عمر رضي الله تعالى عنه أنه قال لقد

عشنا برهة من دهرنا لم نر وعنا أم سلمة رضي الله عنها كان إذا قرأ قطع

أما الاجماع :- تو آج تک سلف و خلف میں سے کسی نے اسمیں اختلاف نہیں کیا

أما القياس :- جب ہر کلام میں مواقع فصل وصل ہوتے ہیں اور صحت وقف

سے کلام کی وضاحت ہوتی ہے اور وقف کی غلطی معنوی غلطی کی موجب ہوتی ہے تو کلام اللہ بھی

بجملہ ان میں کا ایک ہے لہذا اسمیں بھی وصل و وقف کا ہونا بلکہ کلام الہی ہونے کی وجہ سے صحت

وقف وصل بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔

حکم :- جیسا کہ ثبوت ان چاروں سے ہے تو اس علم کا سکھنا واجب و ضروری ہے،

(امداد الفتاویٰ)



پہلا سبق

اصطلاحات وقف اور اسکی تقسیم

وقف کے لغوی معنی ٹھہرنے کے ہیں اصطلاح قرآن کے اعتبار سے چار طرح کے ہیں

چار طرح پر واقع ہوتا ہے ① وقف ② سکتہ ③ سکوت ④ قطع ^{عطلہ}
اس کتاب میں ان چاروں کا بیان مقصود ہے ہر ایک کی تعریف اسکے

موقعہ پر بیان کی جاتیگی

^{عطلہ} لفظ وقف دراصل وَقَفَ يَقِفُ سے (جسکے معنی ٹھہرنے کے ہیں) ٹھہرنے

کے معنی میں ہیں جسکو دوسرے الفاظ میں لوگوں نے اس طرح بھی کہا ہے ^{الكف} عِن الْقَوْلِ

وَالْفِعْلِ ترجمہ - کچھ کہنے کرنے سے رک جانا اس جگہ چونکہ گفتگو تلاوت قرآن مجید سے

متعلق ہے اور تلاوت سبھی ایک قسم کا قول ہے تو تلاوت سے رک جانے کا نام بھی وقف ہے

اسی کو مصنف نے ٹھہرنے اور رکھنے سے فرمایا ہے یہ ایک مناسبت لغوی اور اصطلاحی وقف کے

مابین ہے۔

نوٹ :- قرار کرام کی اصطلاح میں وقف کے کیا معنی ہیں تو چونکہ آئندہ محل وقف کے

اقسام کے تحت اسکی مستقل تعریف ہونے والی ہے لہذا تعریف کے متعلق گفتگو اسی جگہ ملاحظہ ہو

^{عطلہ} یعنی تلاوت اور قرأت کے دوران قاری قرآن کا کسی بھی جگہ ٹھہرنا وقف کرنا مندرجہ چار

طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقہ پر ہوگا جن چار طریقوں کو قرار کرام اپنی زبان میں وقف سکتے

سکوت قطع سے پکارتے ہیں اس تعبیر سے یہ معلوم ہوا کہ ہماری مروجہ اصطلاح میں سکتہ سکوت

قطع بھی ایک طرح کا وقف (ٹھہرنا) ہی ہے اسی وجہ سے سکتہ سکوت قطع کی حقیقت سے

علم وقف میں دو باتوں کا جاتا ضروری ہے اول کیفیت وقف
دوسرا محل وقف۔ جس طرح وقف ہوتا ہے اسکو کیفیت وقف کہتے ہیں
جس جگہ وقف ہو سکتا ہے اسکو محل وقف کہتے ہیں

کیفیت وقف کی چار صورتیں ہیں: ① کیفیت وقف بلحاظ ادا

② کیفیت وقف بلحاظ اصل ③ کیفیت وقف بلحاظ رسم

④ کیفیت وقف بلحاظ وصل

بقیہ صفحہ عجز ستر

واقفیت کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان میں سبھی ٹھہرنا ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وقف میں ٹھہرنا
عادتہ سانس لینے کی مقدار، سکتے ہیں اس سے کبھی کم صرف آواز بند کرنا، سکوت میں وقف سے
مزید توقف (ٹھہرنا) اور قطع میں آگے نہ پڑھنے کی نیت سے ٹھہرنا ہوتا ہے جس سے قدر مشترک
اتنا معلوم ہوا کہ ٹھہرنا ہر ایک میں ہیں مگر انہیں فرق ہے اور اسی فرق کی وجہ سے الگ الگ نام سے
موسوم کیا گیا اسی کو حضرت قاری صاحب نے اسی طرح فرمایا ہے کہ پڑھنے کے اعتبار سے
یہ ٹھہرنا چار طرح سے ہے

۲۔ ماشاء اللہ کیا ہی خوب اصولی انداز میں یہ سمجھا دیا کہ پورے معرفۃ الوقوف و

علم وقف کی تمام تر تفصیلات کا ظاہر اور بنیاد دو چیزیں ہیں ایک کیفیت وقف دوم محل وقف
اب کیفیات و محل کی تفصیل مع امثلہ کے آرہی ہے اسلئے اسکی تحت ملاحظہ فرمائیں

اس جگہ چونکہ اصولی و اجمالی طور پر کیفیات کے اقسام کو بیان فرمایا ہے اور سچہ

اسی کی تفصیل فرمائیں گے اسی لئے اس جگہ تو طلبہ کرام صرف اقسام کے اصطلاحی نام

رٹ لیں تو مفید ہوگا۔

کیفیت وقف بلحاظ ادا کی چار صورتیں ہیں

① وقف بالاسکان ② وقف بالاشماک ③ وقف بالاروم ④ وقف بالابدال

کیفیت وقف بلحاظ اصل کی چار صورتیں ہیں

① وقف بالسکون ② وقف بالتشدید ③ وقف بالاظہار ④ وقف بالاثبات

محل وقف کی چار صورتیں ہیں

① وقف تام ② وقف کافی ③ وقف حسن ④ وقف قبیح

وقف واقع ہونے کی چار صورتیں ہیں

① وقف اختیاری ② وقف اضطراری ③ وقف اختیاری ④ وقف انتظاری

محل وقف کے معنی اور اسکی تقسیم نیز اسکی تشریح کیلئے مستقل بیان سبق نمبر میں

آ رہا ہے وہیں ملاحظہ ہو اور اس جگہ تو طلباء کرام صرف ان اصطلاحات کو ہی خوب رٹ کر یاد فرمائیں۔

مصنف نے وقوف کی تقسیم کیفیت وقف و محل وقف کے اعتبار سے فرمائی اور اس کے

ماتحت چار صورتیں بیان فرمائیں البتہ جوہر اربعہ کا تعلق اس تقسیم سے نہیں ہے بلکہ احوال

قاری کے اعتبار سے ہے

فائدہ :- جسکویوں سمجھتے کہ قاری اختیاراً وقف کرے گا یا بلا اختیاراً اگر اختیاراً کرے گا

تو وقف اختیاری ہے اور اگر بلا اختیاراً کرتا ہے تو برنباتے ضرورت ذاتی ہوگا یا ضرورت قرآنی ہوگا

اب اگر ضرورت ذاتی ہو تو اضطراری ہے اور اگر ضرورت قرآنی ہے تو اختیاری ہوگا یا

انتظاری

- ① جو وقف قصداً کیا جاتے اسکو وقف اختیاری کہتے ہیں۔ ع۔
 ② جو وقف بلا قصد واقع ہوا اسکو اضطراری کہتے ہیں۔ ع۔

ع۔ وقف اختیاری تو نام ہی سے واضح ہے کہ یہ کسی بھی طرح کی مجبوری یا کیفیت اضطرار کے تحت نہیں ہوتا یعنی ذاتی یا قرآنی ضرورت کو دخل نہیں ہوتا بلکہ قاری اپنے ہی قصد و اختیار سے وقف کرتا ہے حکم: لہذا قاری کیلئے وقف کرتے ہوئے وقف کے جملہ نشیب و فراز کا خیال رکھنا ضروری ہے منجملہ انکے

- ① محل وقف کے مراتب کا لحاظ کہ وقف ضعیف کو وقف قوی پر یا قوی کو اقویٰ پر ترجیح نہ دے
 مسئلہ ترجیح کی تفضیل مع تشیل بیان محل وقف میں ملاحظہ فرمائیں
 ② اسی طرح علامت و وقف میں بھی انکے مراتب کی رعایت

③ کیفیات و وقف کی پابندی ضروری ہے

- ④ خصوصاً محل قبیح پر وقف کرنے سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ وقف اختیاری میں یہ چیز من حیث الاختیار (بوجہ اختیار) نہایت مذموم ہے مثلاً لان شکرتکم لآ زید نکم و لان کفرتم یہ محل قبیح ہے اسپر بلا اختیار و وقف بھی یقیناً نامناسب ہے مگر مجبوری کی وجہ سے عند اللہ مواخذہ نہ ہوگا البتہ اگر اسی جگہ وقف اختیاری کیا ہے تو وہ بوجہ اختیار وہ عند اللہ مستحق مواخذہ ہوگا اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ مواخذہ و عدم مواخذہ کا مدار اختیار پر ہے اسی وجہ سے وقف اختیاری میں محل قبیح پر وقف سے خصوصی طور پر احتراز کرنا چاہئے۔

ع۔ اضطراری یعنی مجبوری۔ تلاوت کے دوران بغیر ارادہ کے سانس کی تنگی بھول جانا یا کھانسی وغیرہ کی وجہ سے کسی جگہ وقف ہو جائے اسکو اتمہ وقف کی اصطلاح میں

۳) جو وقف کسی کلمہ پر کیفیت یا محل وقف سمجھنے کی غرض سے کیا جائے اسکو
وقف اختیاری کہتے ہیں۔

بقیہ صفحہ عزیز شدہ

وقف اضطراری کہا جاتا ہے طلباء کرام غور فرمائیں کہ وقف اختیاری کی تعریف میں حضرت
نے "کیا جاتا ہے" کا لفظ فرمایا ہے جس سے فوراً اختیاری ہونا معلوم ہوتا ہے اور اضطراری
میں "ہو جاتا ہے" کا لفظ خود اضطراری ہونا بتلاتا ہے یہیں سے یہ معلوم ہو گیا کہ اسمیں قاری
کو مذکورہ رعایتوں کا مکلف نہیں کیا جاسکتا کیونکہ رعایت خود اختیاری چیز ہے اور
اختیار تو مفقود ہے البتہ کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ بے موقع وقف نہ موندے پاتے
پھر بھی اگر ہو گیا تو قاری بوجہ اضطرار معذور ہے

وقف اضطراری کا حکم :- چونکہ اسمیں قاری کے قصد و ارادہ کو دخل نہیں ہوتا

لہذا مواخذہ کا مستحق ہونا تو مشکل ہے باقی یہ وقف غیر مقصود و غیر معتبر معنی کے وہم کے
کے اندیشہ سے خالی نہیں اور غلط معنی کا وہم بھی آداب قرآنی کے خلاف ہے لہذا خلاف
آداب ہونگی وجہ سے مذموم ضرور ہے لیکن غیر اختیاری ہونگی وجہ سے قاری معذور ہے
وقف اختیاری جو کسی بھی کلمہ کے متعلقات کو سمجھنے یا سمجھانے کی غرض سے

کیا جاتے ورنہ اس جگہ قاری کو وقف کرنے کی کوئی اور ضرورت نہیں ہوتی مثلاً نستحیین
پر وقف بالاشام سمجھانے کی غرض سے وقف کیا جاتے اسی طرح روم اسکان ابدال
وغیرہ یا اسی طرح تجوید و قرأت کے کسی مسئلہ کی تفہیم یا کسی مخصوص معنی پر غور کرنے کی
غرض سے کیا جاتے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سارے وقوف وقف اختیاری کہلاتے ہیں

حکم :- چونکہ یہ وقف افادہ یا استفادہ کی غرض سے ہوتا ہے لہذا اسمیں

۴) جو وقف اختلاف قرأت پورا کرنے کی غرض سے کیا جائے اسکو وقف انتظاری کہتے ہیں یہ وقف اختلاف قرأت ادا کرنے پر موقوف ہے۔

صحیح یا غلط سب ہی کی تفہیم مقصود ہوتی ہے۔ لہذا صحیح یا غلط جگہ اس وقف اختیاری کی (بوجہ ضرورت) اجازت ہے۔

۹- وجہ یہ :- انتظاری انتظار سے ہے چونکہ یہ وقف بھی ایک اختلاف کے پڑھنے کے بعد دیگر اختلافات کی تکمیل کے انتظار میں کیا جاتا ہے اسلئے اسکو وقف انتظاری کہتے ہیں

یعنی جب مختلف قراءتوں یا روایتوں کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہو تو ظاہر ہے کہ ایک ہی مرتبہ میں سب کو ادا کرنا ممکن ہے کوئی بھی ایک ادا ہوگی اب دیگر قراءتوں کو اس جگہ جمع کرنے کا

طریقہ یہ ہے کہ ایک قرأت کی ادائیگی کے بعد وقف کر کے دوسری پڑھی جائے اور وقف کر دیا جائے

پھر تیسری پھر چوتھی جس سے یہ معلوم ہوا کہ قراءتوں کو جمع کرنے کیلئے ہر قرأت کے بعد وقف

کیا جاتا ہے اس وقف کو وقف انتظاری کہتے ہیں کہ وہ دوسری قرأت کے انتظار میں کیا جاتا ہے

مثلاً الرحمن الرحیم ملکہ یوم الدین میں قراءت مختلفہ کو جمع کرنا ہے تو اسکا ایک

طریقہ یہ ہے کہ پہلے الرحمن الرحیم ملکہ یوم الدین پڑھ کر صرف دیگر قراءتوں کو

جمع کرنے کیلئے وقف کر دیا جائے سولے اسکے قاری کو اس جگہ وقف کرنے کی اور کوئی جگہ

نہیں پھر مالک یوم الدین پڑھ کر وقف کر دیا جائے تاکہ بقیہ قرأت کو پڑھا جاسکے وگھلا

فائدہ :- جس سے مصنف کی عبارت ”یہ وقف اختلافی قرأت ادا کرنے پر موقوف“

یہ مسجد میں آگئی ہوگی یہاں ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ میں بھی تو اسکی ضرورت

پیش آسکتی ہے مثلاً الرحمن میں وقفامد عارضی کی وجہ ثلثہ کو جمع کرنے کیلئے وقف

انتظاری ضروری ہے جس سے مصنف کا اس وقف کو اختلاف قرأت ادا کرنے کے ساتھ خاص قرار دینا محل کلام معلوم ہوتا ہے تو جواب اسکا یہ کہ یہ درحقیقت یہ عبارت اپنی جگہ صحیح ہے اس وجہ سے کہ وجہ ثلثہ جائزہ کو جمع کرنا امکان عقلی کے طور پر ہو گا یا تعلیم و تعلم کی غرض سے اگر امکان عقلی کے طور پر ہے تو یہ مذکورہ بحث سے خارج ہے کیونکہ گفتگو طریقہ معمول ہر یعنی وجہ مفروہ میں ہو رہی ہے اور اگر تعلیم یا تعلم کی غرض سے ہو تو اسکو وقف اختیاری کہتے ہیں اور اگر تعلیم و تعلم کی غرض سے نہ ہو بلکہ محض بطور تلاوت جمع کیا جاتے تو اس طرح کا جمع کرنا قرار کرام کے یہاں معیوب ہے لہذا مصنف علیہ الرحمۃ کا اسکو اختلاف قرأت کے ادا کرنے کے ساتھ خاص قرار دینا صحیح ہے۔



دوسرا سبق

وقف بلحاظ ادا اور اسے کی تعریف

۱۔ حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن پڑھنا اسکو وقف بالاسکان کہتے ہیں ۲۔

وقف بلحاظ ادا یعنی وقف کرنے کے طریقے اور اسکے نام

حرف موقوف علیہ ایک اصطلاح ہے جو علم وقف میں مستعمل ہے جسکے معنی کلمہ کا وہ

اخیری حرف جسپر وقف کیا جاتے مثلاً الرزیم میں م۔ اور نستعین میں ن حرف موقوف علیہ ہے

توسمیر :- اسکان باب افعال سے ہے جسکے معنی ساکن کرنا چونکہ وقف بالاسکان میں

بھی موقوف علیہ متحرک کو ساکن کیا جاتا ہے اس وجہ سے اسکو وقف بالاسکان کہتے ہیں ہمیں سے یہ بات

معلوم ہوگئی کہ وقف بالاسکان موقوف علیہ متحرک ہی پر ہوگا پس جو موقوف علیہ پہلے سے ساکن ہو اسکو

ساکن کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا اسکو وقف بالاسکان کہنا درست نہیں بلکہ وہ وقف بالاسکان

نیز بھی معلوم ہو گیا کہ اسمیں حرف موقوف علیہ کو مکمل ساکن کر دینا ضروری ہے لہذا اسکا خیال کرنا

کہ حرف موقوف علیہ متحرک کو اسطرح ساکن پڑھا جائے کہ اسمیں حرکت کی بوکھلی نہ آئے پاتے ورنہ اشام یا

روا ہو جائیگا وقف بالاسکان نہ ہوگا اور نیت اسکان کے ساتھ حرکت کی بو آنا لحن ظنی ہے جو مکروہ ہے

اور اسکان کے بجائے حرکت کی بو آنے کو لحن ظلی نہ کہا جائیگا اسوجہ سے کہ لحن ظلی سکون اصلی میں

حرکت کی بو پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔

فائدہ :- یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب وقف کی کیفیات مختلف ہیں تو پھر اس

کیفیت کا استعمال کثرت سے کیوں ہوتا ہے ؟

اسکا جواب اسمی بیان کے اخیر میں ملاحظہ ہو۔

② حرف موقوف علیہ مضموم کو ساکن کرتے ہوئے ضمہ کا ہونٹوں سے اشارہ کرنا اسکو وقف بالاشام کہتے ہیں ع

حرف موقوف علیہ مضموم فرمایا جیسے نستعین تو مضموم (جسپر ضمہ ہو) کی قید سے یہ بتلایا کہ وقف بالاشام مفتوح و مکسور میں نہیں ہوتا بلکہ مضموم (ضمہ) کے ساتھ خاص ہے اور مراد یہاں ضمہ سے ضمہ اصلی ہے عارضی نہیں لہذا علیکم الصیام میں علیکم کی میم پر اشام نہ ہوگا جسکی مزید وضاحت اس بیان کے اخیر میں تنبیہ کے تحت ملاحظہ ہو۔

اب یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اشام ضمہ کے ساتھ خاص کیوں اور مفتوح و مکسور میں کیوں نہیں ہوتا؟ اسکا جواب اس بیان میں عنقریب آ رہا ہے۔

وقف بالاشام کی وجہ تسمیہ :- یہ وقف ضمہ پر ہوتا ہے اور ضمہ کو ضمہ بوقت ادا انضمام شفتین ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں اور اشام باب افعال سے بوندینے کے معنی میں ہے یہاں بھی چونکہ وقف کرتے ہوئے محض انضمام شفتین کیا جاتا ہے جس سے ضمہ کی صرف بو آجاتی ہے اسلئے اسکو وقف بالاشام کہتے ہیں

نوٹ :- حرف موقوف مضموم کو اول ساکن کرنا ضروری ہے تاکہ پھر ختم کردہ حرکت کی طرف اشارہ کیا جائے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس وقف پس حرف موقوف علیہ کی حرکت کی آواز مطلقاً نہ ہونی چاہئے ورنہ بجائے ضمہ کی بو کے ضمہ ہی ہو جائیگا اور پھر اسکو اشام کہنا درست نہ ہوگا مصنف علیہ الرحمہ نے تعریف فرماتے ہوئے لفظ ساکن کر کے بڑھا کر اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ضمہ کا ہونٹوں سے الخ یعنی حرف موقوف علیہ کے تلفظ کے فوراً بعد ہونٹوں کو بلا آواز کے ایسے گول کرتے جاتیں جیسے کہ ضمہ کو ادا کرتے وقت گول ہو جاتے ہیں فرق اتنا ہے کہ ضمہ میں ہونٹوں سے

گول ہوتے وقت آواز بھی جاری رہتی ہے اور اشہام میں آواز بالکل نہ ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ اشہام کی معرفت عموماً نابینا کو نہیں ہوتی کیونکہ اشہام بصرارت سے تعلق رکھتا ہے اس میں آواز نہیں ہوتی پھر بھی اگر نابینا صاحب بصیرت ہے تو لانا مٹا جسے اشہام کو سمجھ سکتا ہے

مقصد اشہام :- سامنے والے کو حرف موقوف علیہ کی حرکت سے واقف کرانا ہے یعنی وقف کی وجہ سے حرف موقوف علیہ مضموم تو ساکن ہو جاتا ہے اب سامنے والے کو اگر اسکے ضمہ سے واقف کرنا ہے تو ذات حرکت یعنی (صوت حرکت) کے ختم ہو جانے کے بعد اظہار ضمہ کیلئے انضمام شفہین ہی ایک ایسا طریقہ ہے جسکو دیکھ کر سامع موقوف علیہ کی حرکت کو سمجھ سکتا ہے

فائدہ :- اشہام حرف موقوف علیہ مضموم منون وغیر منون دونوں ہی پر ہو سکتا ہے اور دونوں کے طریق ادائیں کوئی فرق نہیں ہے۔

طریقہ اشہام :- مثلاً ^{سستعین} کے تلفظ میں صرف حرف موقوف علیہ کی ذات کا تلفظ کرو اور

اسکی حرکت کو ختم کر دو پھر فوراً سہوٹوں کو بند آواز کے ساتھ ایسا گول کرو جیسا کہ ضمہ نہیں کیا جاتا ہے

فائدہ :- اشہام کی تین قسمیں ہیں۔ اشہام بالحرف۔ اشہام بالحرکت۔ اشہام بالاشارہ

اسوجہ سے کہ اشہام کا تعلق یا تو حرف سے ہو گا یا حرکت سے۔ اگر حرف سے ہو تو اسکو اشہام بالحرف کہتے ہیں اور اگر بالحرکت ہو تو اشہام بالحرکت، بالحرکت ہو گا یا بالاشارہ بالحرکت ہو تو اشہام بالحرکت کہتے ہیں اور بالاشارہ ہو تو اشہام بالاشارہ کہتے ہیں ان اقسام مذکورہ میں سے صرف اشہام بالاشارہ ہی کا تعلق روایت حفصؓ کے ساتھ ہے۔

مکمل :- کے اعتبار سے اشہام بالاشارہ کی دو قسمیں ہیں ○ واجب ○ جائز

واجب صرف لانا مٹا کا اشہام ہے اسکے ما سوا موقوف علیہ مضموم کا اشہام جائز ہے۔

۳) حرف موقوف علیہ کی حرکت کو اسقدر ضعیف اور ہلکا پڑھنا کہ صرف قریب والا سنکر اسکی حرکت کو معلوم کر سکے اسکو وقف بالروم کہتے ہیں

بقیہ صفحہ عرشہ

وجہ تسمیہ :- روم کا لغوی ترجمہ قصد کرنا یہاں بھی چونکہ موقوف علیہ کی حرکت کے اظہار کا قصد کیا جاتا ہے اسلئے اسکو وقف بالروم کہتے ہیں

قائدہ :- روم چونکہ وقف کی ایک کیفیت ہے جسکو قرآن کرام نے اپنے اپنے طور پر الفاظ میں ضبط کرنے کی سعی فرمائی ہے مگر کیفیت کو الفاظ میں لانا دشوار ہے ہی وجہ یہ کہ روم کی مختلف تعریفات کتب وقف میں ملتی ہیں۔

حرف موقوف علیہ کی حرکت کو پڑھنا :- اس سے یہ بتلایا گیا کہ اوپر کی دونوں کیفیتوں میں تو وقفاً حرف موقوف علیہ کو ساکن کیا گیا تھا مگر اس کیفیت وقف میں حرف ساکن نہ ہوگا بلکہ متحرک ہی باقی رکھا جائیگا جس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے وقف بالروم کی نیت کرتے ہوئے حرف موقوف علیہ کو ساکن کر دیا تو اسکو روم کہنا درست نہ ہوگا۔

علا اس قدر ضعیف اور ہلکا پڑھنا کہ الخ اس سے منشا یہ ہے کہ حرکت کیسے جو آواز ہوتی ہے اسے اتنا پست کرنا کہ صرف قریب والا سن سکے معلوم ہوا کہ حرف کو ساکن نہ کرے بلکہ حرکت ہی پڑھے مگر پست آواز سے لہذا حرکت آواز پست سمجھے بغیر پڑھی گئی تو یہ روم نہ ہوگا یہ تو اکمال حرکت ہے

اور اگر آواز اسقدر پست ہو گئی کہ حرکت یا وجود سعی کے نہ سنی گئی تو یہ روم نہیں

ہے بلکہ سکون ہے گو یا روم کو معلوم کرنیکا یہ ایک تھرا ماٹر ہے

چنانچہ لوگوں نے اسکی تفہیم اسطرح بھی فرمائی ہے کہ روم حرکت کے ایک تہائی حصہ

ادا کرنے کو کہتے ہیں گویا کہ دو تہائی حصہ کا سکون ہونا چاہئے لیکن ظاہر ہے کہ یہ روم کھلنے صرف ایک تعبیر ہے ورنہ حرکت تقسیم کو قبول نہیں کرتی۔
جس سے یہ معلوم ہوا کہ روم کھلنے کی بھی تعریف و تعبیر ہو مگر ماں کے اعتبار سے سب ایک ہیں۔

عق قریب والا الخ! کتب فن میں اس مقام پر لیس معہ القریب المصفی کے الفاظ آئے ہیں اسی کو مصنف نے قریب والا معلوم کر سکے سے تعبیر فرمایا ہے جس سے روم کی کیفیت ادا کو معلوم کرنا آسان ہو گیا کہ حرکت کی آواز کس قدر پست ہونی چاہئے۔
مقصد اس کا حرف موقوف علیہ کی حرکت کا پتہ دینا ہے۔

روم کا طریق ادا :- روم کو ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حرف کی حرکت میں روم کرنا ہے وہاں پہنچ کر حرف موقوف علیہ کی حرکت کو بالکل پست آواز سے پڑھا جاوے
فائدہ :- جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس روم کا تعلق قرآۃ جہر سے ہے ستر سے نہیں

② جس کیفیت روم کا اوپر کا بیان ہوا اسکی دو قسمیں ہیں اول واجب دوم جائز
① روم واجب روایت محض نہیں صرف ایک جگہ لانا مننا میں ہے کہ وہاں بحالت اظہار روم واجب ہے لہذا اظہار محض جائز نہیں ہے جسکی تفصیل کا محل کتب تجوید ہے
⑤ روم جائز وقف کرنے پر موقوف ہے اور ہر اس موقوف عنید پر ممکن ہے جو مکسور یا یا مضموم اصلی ہو۔

روم اور ہرا :- روم ہر کے کیلئے ایسا ہے جیسا اشہام اندھے کیلئے یعنی جیسے اندھا اشہام کی کیفیت معلوم نہیں کر سکتا اسی طرح ہرا روم کی کیفیت معلوم کرنے سے عاجز ہے۔

④ حرف موقوف علیہ کے دوزبر کو الف سے اورتاے مدورہ کو ہاتے ساکنہ سے بدل کر پڑھنا اسکو وقف بالابدال کہتے ہیں ۔

ع ۵ وجہ تسمیہ :- ابدال بمعنی بدلنا۔ اس وقف میں بھی دوزبر کو الف سے اور تاتے مدورہ کو ہاتے ساکنہ سے بدلا جاتا ہے اسلئے اسکو وقف بالابدال کہتے ہیں دوزبر کو الف سے بدل کر پڑھنا۔ سوال :- اس تعریف پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جس طرح زبر کی تنوین و قفاً بدل یا لالف ہوتی ہے تو زیر اور پیش کی تنوین کو یا اور واو سے کیوں نہیں بدلا جاتا ؟

جواب :- علم وقف کا مشہور کلیہ ہے کہ وقف رسم الخط کے تابع ہوتا ہے ۔ (یعنی لکھے ہوتے کے مطابق وقف کرنا) اور چونکہ زبر کی تنوین الف سے مرسوم ہوتی ہے اسلئے اسکو وقف میں الف سے بدل کر پڑھا جاتا ہے اسی طرح تاتے تانینت بشکل ہا مرسوم ہوتی ہے اسلئے اسکو وقف ہا سے بدل کر پڑھا جاتا ہے بر خلاف اسکے زیر کی تنوین بشکل یا اور پیش کی تنوین بشکل واو مرسوم نہیں ہوتی اسلئے اسکو وقف واو و یا سے بدلا نہیں جاتا بلکہ رسماً محذوف الشکل ہونے کی وجہ سے اتباع رسم میں اداء بھی وقف میں محذوف پڑھینگے ۔

ع ۶ ہاتے ساکنہ :- مصنف علیہ الرحمہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ الصلوٰۃ جیسے کلمات کی تارۃ کو جب وقف ہا سے بدلا جائیگا تو وہ ابتداء ہی سے (اصلاً) ساکن ہوگی نہ یہ کہ اول توارۃ کو بدلینگے ہا سے اور ہا کی وہی حرکت ہوگی جو تا کی ہے اور پھر وقف کی وجہ سے وہ ہا ساکن ہو جائیگی لہذا ہا ساکنہ سے بدلا جائیگا جسنا ضروری ہے ورنہ و امر بالصلوٰۃ جیسی مثالوں میں توارۃ کو ہا سے بدلنے کے بعد اسکی حرکت کے باقی رکھنے کی وجہ سے اسپر دم جائز

ہونا چاہئے حالانکہ ایسی مثالوں کی کمی کے یہاں حرکت کے نہ ہونے کی وجہ سے روم جائز نہیں
 نہی،۔ اس لئے جو لوگ ابدال کی تعریف کرتے ہوتے یا سے بدلنا کہتے ہیں
 وہ درست نہیں بلکہ ہاتے ساکنہ سے کہنا چاہتے۔

فائدہ :۔ اس پر سوال یہ ہے کہ الصلوٰۃ والزکوٰۃ پر وقتاً کونسا مد ہوگا؟
 جواب اسکا یہ ہے کہ عموماً قراءہ کرام سکون وقفی کا اعتبار کرتے ہوئے مد عارضی وقفی کہتے ہیں
 مگر استاذ محترم حضرت قاری انیس احمد صاحب دامت برکاتہم سے دورانِ درس سنا کہ
 استاذ الاستاذ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا رجحان مد لازم کی طرف تھا جسکی وجہ حضرت
 استاذ محترم مدظلہ نے یہ بیان فرمائی کہ مد کا مدار سبب مد پر ہے اگر حرف مد کے بعد سکون
 اصلی ہو تو مد لازم ہوگا اور عارض ہو تو عارض ہوگا یہاں چونکہ تائے مدورہ کو ہاتے ساکنہ
 سے بدلا گیا ہے لہذا اسکا سکون اصلی ہوا۔ اگرچہ ہا عارضی ہے اس اعتبار سے مد لازم
 ہونا چاہئے۔

احقر کی رائی میں یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے
 شمرۃ اختلاف :۔ اختلاف کا ثمرہ مقدار مد کی تعیین کے وقت ظاہر ہوگا کہ
 مد عارض کی بنیاد پر طول کے علاوہ توسط اور قصر کی جائز ہونگے اور مد لازم قرار دینے پر
 صرف طول ہی ہوگا اور قصر توسط غیر جائز رہینگے۔

① وقف بالاسکان زبر زیر پیش تینوں حرکتوں میں ہوتا ہے چاہے حرکت اصلی ہو یا عارضی عیناً

② وقف بالاشام - صرف حرف موقوف علیہ مضموم میں ہوتا ہے ع۔

③ وقف بالروم - حرف موقوف علیہ مضموم و مکسور میں ہوتا ہے ع۔

④ وقف بالابدال - زبر والی تنوین اور تار مدورہ میں ہوتا ہے ع۔

ع۔ چونکہ اسمیں قطعاً متحرک کو ساکن ہی کرنا ہوتا ہے لہذا جو کسی کبی حرکت ہو اور عیسیٰ کبی ہو وقفاً اسکو ساکن کیا جاتا ہے

ع۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ اشام میں ضرورت ہے انضمام شقیں کی جو حرف ضمہ ہی میں ہوتا ہے جبکہ فتح میں انفتاح و کسرہ میں انخفاص ہوتا ہے

ع۔ چونکہ روم حرکت ضعیف کرنے کا نام ہے اور فتح خود ہی اخف الحركات ہے لہذا اب مزید تخفیف سے حذف کا قوی اندیشہ ہے اسلئے عقلاً گو ممکن ہو مگر اداراً ناممکن ہونیکسی وجہ سے فتح میں روم نہ ہوگا

نوٹ: - ضمہ و کسرہ کی حرکت و تنوین کے روم میں کوئی فرق نہیں ہے

ع۔ غیبیہ: - عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب قاری تنوین پر وقف بالابدال کرتا ہے تو وہ قصر کی بجائے توسط کرتا ہے حالانکہ مد (توسط) کھیلنے سبب کا ہونا ضروری ہے اور جب یہاں پر سبب ہی نہیں تو مد کرنا بلا سبب ہونیکسی وجہ سے غلط ہوگا جسکو کتب تجوید میں جہلاً کا مد لکھا ہے

قائدہ: - یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب وقف کی کیفیات مختلف ہیں تو پھر وقف

بالاسکان کا استعمال کثرت سے کیوں ہوتا ہے ؟

جواب :- جس کا جواب یہ ہے کہ قاری عموماً سانس کی تنگی اور ٹھک جانی کی

بنا پر یا کسی اور پریشانی کی وجہ سے وقف کرتا ہے لہذا وقف میں قدر سہولت و تخفیف

سے ہو وہ اچھا ہے اب سہولت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حرف ہی کو ختم کر دیا جاتے مگر

یہ لحن جلی ہے

دوسری صورت یہ ہے کہ حرف کو باقی رکھا جائے اب یہ سرف کو باقی رکھنا بلا حرکت

ہوگا یا مع حرکت اگر مع حرکت ہے جس کا نام روم ہے تو اسمیں حرکت پڑھنے میں دشواری

ور زیادہ ہے اس وجہ سے کہ حرکت کو بلکا کرنا یہ نسبت مکمل حرکت پڑھنے کے مشکل ہے

اب رہا بلا حرکت تو اسکی ایک صورت وقف بالاشام ہے تو یہ بھی دشواری کے

اعتبار سے روم کے قریب قریب ہے اسلئے کہ اسمیں حرکت کا تلفظ تو نہیں مگر حرکت

کا اشارہ ضروری ہے لہذا اسمیں بھی گونا گونا گونا دشواری ہے معلوم ہوا کہ ساری پریشانیوں کا

حل جس سے قاری اس پریشانی کے عالم میں مکمل سکون کے ساتھ تلاوت کر سکے وہ

وقف بالاسکان ہی ہے

خلاصہ جس کا یہ ہے کہ اسکان میں روم و اشام کے نسبت سہولت زیادہ ہے لہذا

اکثر استعمال بھی اسی کا ہوتا ہے ۔

تنبیہ سکون اصلی حرکت عارضی میم جمع ہاتے تانیث ہاتے ساکنہ
میں روم و اشام جائز نہیں ع۱۳

ع۱۳ چونکہ روم و اشام کی بنیاد حرکت پر ہے اور مواضع مذکورہ میں اصلاً سکون موجود ہے
لہذا روم و اشام نہ ہوگا اور جو حرکت دی بھی جاتی ہے وہ اجتماع ساکنین کی دشواری کو حل
کرنے کی غرض سے مگر جب ساکن اول ہی پر وقف کیا جاتے تانیث دینے کا جھگڑا ہی ختم ہو
جائے گا اور صرف اپنی اصلی حالت یعنی (سکون) کی طرف لوٹ آئے گا یا الفاظ دیگر روم
و اشام کے ذریعہ حرف موقوف علیہ کی حرکت کا پتہ دینا مقصود ہے مگر جب یہاں حرف موقوف
علیہ پر حرکت ہی نہیں ہے تو ظاہر کسکو کیا جاتے لہذا یہاں روم و اشام نہ ہوگا سکون اصلی ہو
جیسے **وَنَحْرٌ فَلَا تَقْصِرْ** حرکت عارضی ہو جیسے **أَنْ أَدْبَجْتُمْ** میم جمع جیسے
عَلَيْكُمْ الصِّيَامِ ان دونوں مثالوں میں **أَنْ كَانُوا** اور **عَلَيْكُمْ** کی میم اصلاً
ساکن ہے مگر وصلاً اجتماع ساکنین کی وجہ سے اول کو کسرہ اور ثانی کو ضمہ دیا گیا ہے لہذا
وقف کروینے کے تو پھر یہ دونوں اپنی اصلیت پر ساکن ہو جائیں گے کیونکہ اب ساکنین
کا اجتماع نہیں ہوتا اور تانیث و قفا ہاتے ساکنہ سے (نہ کہ ہاسے) بدل جاتی ہے
اور ہاتے ساکنہ ہی ہوتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان سب میں بحالت وقف حرکت
نہیں ہوتی لہذا روم و اشام نہ ہوگا۔



تیسرا سبق

وقف بلحاظ اصل اور اسے کی تعریف

- ① حرف موقوف علیہ ساکن ہو تو اسکو وقف بالسکون کہینگے جیسے فلا تقهر وغیرہ
- ② حرف موقوف علیہ مشدد ہو تو وقف بالتشدید کہتے ہیں جیسے مستمرا وغیرہ
- ③ حرف موقوف علیہ مدغم یا حرف مخفی واقع ہو تو اسکو وقف بالانظہار کہینگے جیسے بلہث، ذالک وغیرہ
- ④ حرف موقوف علیہ مدغم واقع ہو تو اسکو وقف بالاثبات کہینگے جیسے ولا تسقی الحرت، غیرہ

ع ۱ حرف موقوف علیہ کی حالت اصلہ کے مطابق وقف کرنے کا نام وقف بلحاظ اصل ہے خواہ وہ حرف قبل از وقف اپنی اصلی حالت پر رہا ہو جیسے فلا تقهر و انحر وغیرہ یا نہ رہا ہو جیسے من لدنا وغیرہ۔

ع ۲ وقف بالسکون و بالاسکان میں فرق یہ ہے کہ وقف بالاسکان میں حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کرنا ہوتا ہے جبکہ وقف بالسکون میں حرف موقوف علیہ خود ساکن ہوتا ہے۔

ع ۳ چونکہ وقف غیر تشدید کے ساتھ ہوتا ہے یعنی حرف موقوف علیہ کی ادائیگی میں تشدید کی وجہ سے دیر و صرف کی گنتی ہے اسوجہ سے اسکو وقف بالتشدید کہتے ہیں۔

ع ۴ چونکہ حرف موقوف علیہ کی حالت اصلیہ ادغام یا افتخار مستور ہو جاتی ہے بذریعہ وقف اسکو ظاہر کیا جاتا ہے اس وجہ سے اسکو وقف بالانظہار کہتے ہیں۔

ع ۵ اثبات کے معنی ثابت کرنا چونکہ یہاں بھی موقوف علیہ مدغم کو ثابت رکھا جاتا ہے

اس وجہ سے اسکو وقف بالاثبات کہتے ہیں

وقف بالسکون : یہ محض حرف ساکن پر ہوتا ہے اسکو وقف
بالاسکان کہنا جائز نہیں وقف بالسکون میں کوئی حرکت نہ ظاہر ہونا چاہئے ورنہ
لحن جلی ہو جائیگی۔

وقف بالتشدید : یہ صرف حرف مشدود پر ہوتا ہے اس وقت حرف
مشدود کو ساکن کرتے ہوئے تشدید کے پہلے سکون میں ایک حرف کی تاخیر مزید
ادا کرنی ہوگی تاکہ تشدید تام ادا ہو۔

فائدہ : - وقف کے مذکورہ اقسام اربعہ میں سے ہر ایک اپنی مخصوص حالت کے ساتھ
فاس ہے لہذا ان حالت مخصوصہ کے ماسوا میں یہ وقوف نہ ہونگے
۱۔ اتصال جسمیں سے صرف بنتا ہے اور جریان صوت کے ساتھ انفصال سے حرکت پیدا
ہوتی ہے اور اگر انجاس صوت کے ساتھ انفصال ہو تو وہ سکون کہلاتا ہے لہذا وقف بالسکون
لرے وقت اتصال جسمیں کے بعد انفصال انجاس صوت کے ساتھ ہونا چاہئے ورنہ بجائے
سکون کے حرکت ہو جائیگی جو لحن جلی ہے

نوٹ : - لحن کی قسمیں ہیں جلی و خفی اعلیٰ کوئی قسم نہیں ہے لہذا موجودہ نسخہ میں
لفظ اعلیٰ کتابت کی غلطی سے شمار کیا جائے گا۔

۲۔ حرف مشدود کو سہا ایک حرف ہے مگر اداء دو حرف ہیں اول ساکن دوسرا متحرک لیکن بجا
وقف حرف موقوف علیہ بھی ساکن ہو جاتا ہے اس اعتبار سے حرف مشدود کا دوسرا حرف بھی ساکن
ہو گیا مصنف علیہ الرحمہ اسکو فرما رہے ہیں "تشدید کے پہلے سکون میں" الخ اگر تاخیر مزید نہ
ہوتی تو حرف اول کی صی لازم آتی لحن جلی ہے۔

ساکن کرتے ہوتے اور یہ وقف بالاسکان ہے تو اب پریشانی یہ لاحق ہوتی ہے کہ
 الحرف جیسی مثال میں کونسا وقف ہوگا وقف بالاسکان یا وقف بالتشدید لیکن غور کرنے
 سے پتہ چلیگا کہ وقف کا طریقہ ان حرف موقوف علیہ کی تشدید و حرکت دونوں پر ہوتا ہے لہذا
 باعتبار تشدید تو یہ وقف بالتشدید ہے اور باعتبار حرکت یہ وقف بالاسکان ہے گویا۔
 اختلاف اعتباری ہے نیز یہ بھی سمجھیں آیا کہ ضمہ کی وجہ سے جاتے اسکان کے اشمام یا دم
 بھی کیا جاسکتا ہے اور کتاب میں ساکن کرنا اسکی عمومیت کی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔
 سوال: یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ تاخیر مزید ہونے کی وجہ سے کسی حرف ثانی کی لازم آتی
 چاہتے نہ کہ اول کی کیونکہ حرف اول مقدم ہے حرف ثانی پر۔

جواب :- جواب سے قبل بطور تمہید دو باتوں کا جاننا ضروری ہے

① جس حرف کا اظہار مقصود ہوا ہے اسی کے مخرج میں زبان کا اتصال ہوتا ہے

② ادغام میں دو حرف متحد المخرج یا قریب المخرج ہوتے ہیں چونکہ ان دونوں کو اظہار کے ساتھ
 ادا کرنا دشوار ہوتا ہے لہذا بغرض تخفیف ادغام کیا جاتا ہے اور ادغام کی حقیقت یہ ہے کہ مدغم
 مدغم فیہ میں بالکل داخل ہو جاتے جب یہی بات ہے تو اب زبان کا مخرج سے اتصال مدغم فیہ
 ہی کے اظہار کے واسطے ہوگا۔

اس تمہید کے بعد تشدید اور ادغام میں ادا کوئی فرق نہیں لہذا تشدید میں بھی حرف اول

حرف ثانی میں بالکل داخل جاسکی وجہ سے اظہار حرف ثانی کا ہوگا اور زبان کا اتصال مخرج سے حرف

ثانی ہی کے واسطے ہوگا البتہ اتصال میں اتنی تاخیر ہو کہ مزید ایک حرف کی دیر ہو اور وہی تاخیر مزید حرف

اول کی ادا سے عبارت ہے جس سے نہ تو مقصود فوت ہوتا ہے اور نہ بالکل حرف واحد بن جاتا ہے

اب جب اسی تاخیر مزید کا نام حرف اول ہے تو تاخیر کرنے پر جو حرف فوت ہوگا وہ حرف اول ہوگا نہ کہ ثانی

وقف بالاطہار: یہ حرف موقوف علیہ مدغم اور حرف مخفی پر ہوتا ہے
لہذا بحالت وقف اخفایا ادغام نہ ہونا چاہئے۔

وقف بالاطہار ان دونوں پر موقوف ہے اور یہ دونوں صفات عارضہ ہیں جو موقوف
علی السبب ہوتی ہیں اور سبب انکا اتصال حرف بحرف ہے جب بوجہ وقف اتصال حرف
بحرف نہ رہا تو ادغام و انفار کا تحقق نہ ہوگا مثلاً من یقول ومن قبل کے من پر
وقف کیا جاتے۔ اسکو مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا بحالت وقف الخ اور جب ادغام و
انفار ہی نہ ہوگا تو اسپر متفرع ہونے والا عند زمانی (بقدر الف) بھی نہ ہوگا لہذا
وقفاً اس زائد غنہ سے پرہیز کرنا چاہئے البتہ اسمیں اس قدر غلو بھی نہ ہو کہ یعتصم
باللہ جیسی مثال میں وقفاً زائد غنہ سے احتراز کے خیال سے اصلی غنہ جو کہ صفت
لازمہ ہے وہی معدوم ہو جاتے اگر ایسا ہوا تو بچلتے میم یا ہو جائیگی جو لحن طعی ہے۔

خلاصہ اسکا یہ ہے کہ غنہ کی دو قسمیں ہیں ① آنی ② زمانی

غنہ زمانی ادغام و انفار پر موقوف ہے بحالت وقف اس اجتناب ضروری

ہے اور غنہ آنی صفت لازمہ ہے جسکی حقیقت یہ ہے کہ حرف کو ادا کرتے وقت

آن واحد کیلئے آواز ناک میں چلی جاتی ہے بحالت وقف اسکا ادا ہونا ضروری ہے

وقف بالاثبات : — یہ حرف مد کے ساتھ مخصوص ہے اسمیں
حرف مد محذوفہ کا ثابت رکھنا ضروری ہے خواہ حذف بوجہ وصل ہو جیسے لکنا
ہو اللہ وغیرہ یا حذف بوجہ اجتماع ساکنین ہو جیسے قالوا الحمد وغیرہ
یا حذف بوجہ رسم ہو جیسے یستحی وغیرہ^۹

^۹ وقف بالاثبات بغرض تخفیف حذف ہونے والے حرف مد کو ثابت رکھنے کا

نام وقف بالاثبات ہے خواہ تخفیف لفظی ہو جیسے لکنا ہو اللہ، وقال الحمد
خواہ رسمی جیسے یستحی یا یستوی

لکنا ہو اللہ دراصل لکن آنا ہے بغرض تخفیف لکن کر دیا گیا
مگر لکن مشبہ بالفعل کے ساتھ مشابہت سے پانے کیلئے ائمہ رسم نے اسکے اخیر میں
الف جو کہ علامت انا ضمیر محکم ہے باقی رکھا اور وقف تابع رسم ہوتا ہے لہذا الف بحالت
وقف ثابت رہیگا

وقال الحمد میں وقال کا الف تشبیہ جو وصلاً اجتماع ساکنین کی وجہ

سے حذف ہو گیا تھا بحالت وقف اتباع رسم میں ثابت رہیگا

یستحی دراصل یستحیی ہے یا رثانی تاشل فی الرسم (یعنی ہم شکل ہونے
کی وجہ سے تخفیفاً حذف کر دی گئی ہے) جس کے واسطے متاخرین نے بطور علامت کجھڑی

زیر وضع کی ہے) اسکو وقفاً ثابت رکھا جاتیگا

نوٹ : — حذف کی مذکورہ تینوں قسموں میں وقفاً ایک الف کے برابر

مد ہوگا۔

چوتھا سبق

وقف بلحاظ رسم اور بلحاظ وصل اور اسکی صورتیں

کیفیت وقف بلحاظ رسم کی دو صورتیں ہیں

- ① جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہو وہ وصلاً اور رسماً متدی ہو مثلاً کتابیہ اسکو وقف موافق رسم کہتے ہیں عنه
- ② جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہے وہ صرف رسماً موافق ہو مثلاً الظنونا وغیرہ اسکو بھی وقف موافق رسم کہتے ہیں عنه

رسم سے مراد قرآن کریم کی کتابت و لکھاؤ طے ہے اب وقف بلحاظ رسم کا مفہوم یہ ہوا کہ کلمہ کی کتابت و لکھاؤ طے جس طرح ہوتی ہے وقف میں اسکو اسی طرح پڑھنا جسکی تفصیل مع امثلہ آرہی ہے۔

یعنی وصل میں کلمہ جس طرح پڑھا جاتا ہے وقف میں اسی طرح پڑھنا۔
 عباد کلمہ کتابیہ کہ اسکی اصل کتابی تھی پھرا سکے اخیر میں ہمارے بڑھائی گئی جو داتا ساکن رہتی یہ ہمارے رسماً موجود ہونے کی وجہ سے وصلاً بھی پڑھی جاتی ہے اور وقفاً بھی یا قی رہتی ہے اس طرح رسم . وصل . وقف (تینوں حالتوں میں) کتابیہ ایک ہی حالت پر رہتا ہے اسی طرح سلطانیہ . حسابیہ . مالیہ وغیرہ

فائدہ :- وقف کی اس صورت کو موافق رسم و موافق وصل کہتے ہیں عنه
 الظنونا جیسی امثلہ میں الف کو وصلاً محذوف ہوتا ہے مگر وقف مطابق رسم ہوگا اور الف بحالت وقف ثابت رہے گا۔

تنبیہ :- وقف میں اگرچہ متابعت رسم ضروری ہے لیکن جن کلمات کے الف قرآنہ ثابت ہی نہیں ان پر وقف موافق رسم نہ کرنا چاہئے مثلاً قواعدیثا ثانی سورۃ دھر کے اور ان تہوا وغیرہ^{عہ}

فائدہ :- صورت اولیٰ میں وقف موافق رسم و وصل تھا موجود صورت میں وقف صرف رسم موافق ہے لہذا اس صورت کو وقف موافق رسم و مخالف وصل کہتے ہیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وقف تابع رسم ہوتا ہے تو قواعدیثا جیسی مثال میں الف رسم ثابت ہونے کے باوجود وقفاً محذوف کیوں ہوتا ہے

مصنف علیہ الرحمہ اس سوال کا جواب دے رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کلیہ کا اجراء ہونا ہوگا جہاں پر الف رسم موجود ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنہ بھی ثابت ہو چونکہ مقامات مذکورہ پر الف قرآنہ ثابت نہیں لہذا وقفاً محذوف رہے گا۔

فائدہ :- یہاں قرآنہ کو رسم پر ترجیح اس وجہ سے دی گئی کہ کسی بھی قرآنہ کی صوت کا مدار (مغفلہ شرط ثلثہ) روایت ثبوت پر ہے اور وصل و وقف میں چونکہ قرآنہ ہی کی دو قسمیں ہیں لہذا جہاں قرآنہ کو مذکورہ کلیہ سے اختلاف ہوگا وہاں قرآنہ کو ترجیح دی جائیگی کیوں کہ قرآنہ و روایت مقدم ہے رسم پر یعنی نزول قرآنہ کے بعد اسکی حفاظت کیلئے اسکو لکھوایا گیا اور تقدیم کی تفضیل ظاہر ہے نیز رسم گویا خادم ہے اور روایت محذوم۔ اور محذوم کی فضیلت خادم پر واضح ہے

کیفیت وقف بلحاظ وصل کی بھی دو صورتیں ہیں

① جو الف خلاف قرآۃ مرسوم ہو مثلاً تموداً اور لیبریبوا وغیرہ وہ وصل کی طرح وقف میں بھی محذوف ہوگا اور اخیر کا حرف ساکن پڑھا جائیگا اسکو وقف موافق وصل کہتے ہیں

② جو حرف مد مقرور رسماً محذوف ہو مثلاً لتستو وغیرہ وہ وقف میں بھی پڑھا جائیگا اسکو بھی وقف موافق وصل کہتے ہیں

۴۔ بلحاظ وصل یعنی مطابق وصل یا موافق وصل۔

۵۔ چونکہ ان کا الف قرآۃ ثابت نہیں لہذا وصل کی طرح وقفاً نہیں پڑھا جائیگا (یعنی الف مرسوم کے حذف کرنے کو) وقف موافق وصل مخالف رسم کہتے ہیں

۶۔ لتستوا میں دراصل دو واو ہیں مگر تاشل فی الرسم کی وجہ سے واو ثانی حذف کر دیا گیا ہے لیکن قاعدہ یہ ہے کہ تاشل فی الرسم کی وجہ سے حذف شدہ حرف حکماً مرسوم سمجھا جاتا ہے اور وقف تابع ہوتا ہے رسم کے لہذا واو ثانی وقفاً ثابت رہیگا اسکو بھی وقف موافق وصل مخالف رسم کہتے ہیں جیسے لتستووا واو ثانی کے اثبات کے ساتھ اس پر ایک الف کے بقدر مد ہوگا اسمیں کمی لحن جلی اور زیادتی لحن خفی ہے۔

فائدہ :- لفظ سلا سلا پر حذف الف مع سکون لام سلاسل اور فہماتات پر یا ساکنہ کے ساتھ فہماتاتی وقف۔ موافق وصل بھی جائز ہے۔^۹

سوالات ①:- ترتیل کسے کہتے ہیں اور کس وقت مکمل ہوتی ہے؟

② علم وقف کا خوب کہاں سے ثابت ہے؟

③ علم وقف میں کن باتوں کا جاتا ضروری ہے؟

④ کیفیت وقف بلحاظ وصل کی صورتیں بیان کرو۔

⑤ وقف بالاسکان وقف بالسکون میں کیا فرق ہے؟

^۹ لفظ سلا سلا منون وغیر منون دونوں طرح (مقروہ) پڑھا جاتا ہے

اور رسم میں قرآنہ منونہ کو شامل کرنے کیلئے یہ لفظ تنوین منصوبی کی طرح الف کے ساتھ

سلا سلا لکھا گیا ہے البتہ روایت حفص^۲ میں یہ لفظ غیر منون سلاسل مقروہ

ہے چنانچہ ہماری روایت میں اسپر دو طرح وقف کی اجازت ہے الف کے ساتھ تو

اتباع رسم میں سلا سلا اور روایتہ غیر منون ہونے کی وجہ سے اتباع روایت

میں وقف بھی بلا الف کے سلاسل ہوگا

اسی طرح فہماتات اللہ بھی ایک قرأت حذف یا کے ساتھ ہے چنانچہ رسم

بھی یا محذوف ہے مگر ہماری روایت میں یہ کلمہ یا مفتوحہ کے ساتھ مقروہ ہے لہذا اسپر

دو طرح وقف ہوگا ایک مطابق رسم دوم مطابق (وصل) روایت یعنی باثبات الیا و بحذف الیا حذف کی وجہ

رسمی محذوف ہونا اور اثبات کی وجہ ہے کہ یا کو ثابت رکھ کر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ روایت حفص^۲ میں یہ یا پڑھی

جاتی ہے۔

پانچواں سبق

وقف کی تعریف اور اسکے احکام

① اخیری کلمہ پر سانس اور آواز توڑ کر ٹھہرنا اور سانس لینا اسکو وقف کہتے ہیں

ع^۱ وقف یقف کے لغوی معنی ٹھہرنا، رک جانا جیسا کہ صاحب منار الہدی نے فرمایا وهو لغة الكف عن القول والفعل چونکہ وقف میں بھی قرأت سے رکنا ہوتا ہے اسلئے اسکو وقف کہتے ہیں

ع^۲ اخیری کلمہ پر۔ اس سے محل وقف کو بیان فرمایا کہ وقف ایسی جگہ ہونا چاہئے جو رسم کے اعتبار سے آخر ہو گویا اخیری کلمہ سے مراد رستا آخر ہوتا ہے کیونکہ کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے اور شاہ اس طرف ہے کہ وسط کلمہ محل وقف نہ ہونے کی وجہ سے وہاں وقف جائز نہیں اس وجہ سے کہ وسط کلمہ پر وقف کرنے سے کلمہ مہمل ہو جاتا ہے اسی طرح وہ دو کلمات جو رستا موصول ہوں ان میں سے اول پر وقف کرنا بھی جائز نہیں ہے جیسے بنسما۔ لکیلا اینما اس وجہ سے کہ اس قسم کا لفظ اصطلاحاً ایک ہی شمار ہوتا ہے گو عربیت کے اعتبار سے لیک نہ ہو

خلاصہ یہ ہے کہ ”آخری کلمہ“ سے مراد رستا و حقیقتاً دونوں اعتبار سے) آخر میں ہونا ہے

ع^۳ سانس اور آواز توڑ کر ٹھہرنا۔ سانس و آواز کے جاری رہنے اور نہ رہنے کی عقلاً چار صورتیں متصور ہو سکتی ہیں ① صوت و نفس کا قطع ہوگا ② یا دونوں کا قطع نہیں ہوگا ③ قطع صوت بدون نفس ہوگا ④ قطع نفس بدون صوت ہوگا

مخبرہ انکے افیری صورت کا وجود ناممکن ہے اسوجہ سے کہ نفس قطع ہو اور صوت قطع نہ ہو یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ نفس ہی پر صوت موقوف ہے اور صورت ثالثہ سکتے پر صادق آتی ہے اور صورت ثانیہ تو وصل ہے لہذا اس سے یہاں بحث نہیں کی گئی صورت اولیٰ تو چونکہ قطع نفس مستلزم ہے قطع صوت کو لہذا اسکے ساتھ قطع صوت کی قید کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسلئے مصنف علیہ الرحمہ کی تالیف میں جو قطع صوت کی قید لگی ہوتی ہے بظاہر اسکی ضرورت نہیں ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس قید کے اضافہ سے محض قطع صوت سے ہونے والی تعریف کے نقصان کی طرف اشارہ فرمایا ہو نیز محض قطع النفس وقف سکوت قطع مینوں پر مشتمل ہے اگرچہ حکایتوں ایک ہی ہیں مگر حقیقت مختلف ہونے کی وجہ سے کسی ایسی قید کے اضافہ کی ضرورت تھی جو وقف کونینوں سے الگ کر دے چنانچہ وقف کو سکوت سے الگ کرنے کیلئے ائمہ فن نے مختلف قیود کا اضافہ فرمایا ہے بعضوں نے زمتا ما کا اضافہ کیا تو بعض نے یتنفس فیہ عاده کا اضافہ کیا اور بعضوں نے ”صمیں باسانی سانس لیا جاسکے“ کا اضافہ کیا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ سکوت کا توقف وقف کے توقف سے زیادہ ہو کر ہے اسی طرح وقف کو قطع سے الگ کرنے کیلئے کسی قید کی ضرورت تھی چنانچہ صاحب خلاصہ نے بنیۃ الاستیناف (آگے پڑھنے کے ارادہ سے) کا اضافہ فرمایا اس قید نے وقف کو قطع سے الگ کر دیا۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی تعریف میں اس طرح کے کسی الفاظ کا اضافہ نہیں فرمایا ہو سکتا ہے ”اور سانس لینا“ سے اس طرف اشارہ فرمایا ہو اس طور پر کہ سانس لینے سے مراد آگے پڑھنے کی نیت سے سانس لینا ہو اور یہی ہونا چاہئے ورنہ تو سانس توڑنا خود سانس لینے کو مستلزم ہے لہذا اسکے تکرار کی ضرورت نہیں تھی۔

- ① حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کرتے ہوئے سانس توڑ دینا ضروری ہے
- ② وقف کرنے کے بعد دوسرے سانس سے ابتداء کرنا ضروری ہے ورنہ وقف نہ ہوگا

نوٹ ۱۔ وقف کی تولیف سے متعلق گفتگو کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اگر وقف کی تولیف اسطرع کی جائے کہ اخیری کلمہ غیر موصول پر سانس توڑ کر اتنی دیر ٹھہرنا جس میں عادتہ سانس لی جا سکے اور پڑھنے کا ارادہ ہو تو مناسب ہے۔

نوٹ ۲۔ کتب وقف میں جب لفظ وقف مطلق بولا جائے تو اس سے وقف بلاسکان مراد ہوا کرتا ہے۔

اب یہاں وقف کی تولیف کے بعد احکام کو بیان فرما رہے ہیں۔

وقف کی تولیف میں پڑھا سانس توڑ کر ٹھہرنا جس سے معلوم ہوا کہ بلا سانس توڑے ٹھہرنا وقف ہی نہیں اس لئے اسکو ضروری فرمایا اور ہا متحرک کو ساکن کرنا تو وقف کے مختلف طریقوں میں سے اسکی تخصیص و تعیین بظاہر محل اشکال ہے مگر چونکہ وقف کا مقصد (آسانی) روم، اشہام کی بسنت اسکان سے زیادہ حاصل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے عموماً اسی کا استعمال بھی ہوتا ہے لہذا اسکی عمویت کی وجہ سے اسے فاص کر دیا جسکا حاصل یہ ہوا کہ اسکان کی تخصیص سے روم و اشہام سے انکار مقصود نہیں بلکہ وقف کے جس طریقے پر چاہے عمل کرے مگر سانس توڑنا ضروری ہے بلکہ ہوگا جسکی تفصیل اوپر نظر رکھی۔

تراویح سے متعلق ایک ضروری فائدہ - یہ بات قابل توجہ ہے کہ تراویح میں بہت سے حفاظ کرام بلکہ بہت سے قرآن بھی تیز رفتاری کی وجہ سے حرف موقوف علیہ کو ساکن ٹوکتے ہیں مگر اسی سانس میں دوسری آیت بھی شروع فرمادیتے ہیں یہ احکام وقف

- ۳) وقف ہمیشہ کلمہ کے اخیر پر کرنا چاہئے درمیان کلمہ پر نہ ٹھہرنا چاہئے۔
- ۴) دو کلمہ ملے ہوتے لکھے ہوں مثلاً بتسما تو ہمیشہ دوسرے کلمہ کے اخیر پر ٹھہرنا چاہئے۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ

کے خلاف ہے جو درحقیقت وقف نہیں ہے بلکہ سکتہ ہے (اسی وجہ سے حکم میں سانس تو زنا ضروری قرار دیا) اور اگرچہ آیت پر سکتہ معنوی جائز ہے مگر نیت سکتہ کی بھی تو ہو اور یہ تو سکتہ بنیت وقف ہے جو غلط ہے

چنانچہ یا تو صحیح معنی میں وقف کیا جائے کہ دوسرے سانس میں دوسری آیت کی ابتداء ہو یا سکتہ معنوی کی نیت کرنا چاہئے جو آیت پر جائز ہے یا پھر وصل کیا جائے گو اسمیں بہت سے ناواقفوں کو کبھی ہنرہ وصل کے حذف سے ثواب میں کمی کا وہم ہوتا ہے جو محض وہم ہی ہے اور بالکل بے اصل ہے طوالت کے خوف سے اسکے دلائل کو حذف کیا جاتا ہے

عند ورنہ کلمہ مہمل ہو جائیگا جیسے العالمین سے العال

عک وقف کی تالیف کلمہ کے آخر پر الخ سے اشکال ہو سکتا ہے کہ بتسما جیسی

مثال میں جو درحقیقت دو کلمہ ہیں بتسما۔ ما لہذا بتسما کی سلین پر وقف صحیح ہونا چاہئے

مذکورہ حکم نمبر ۲ میں اسکا جواب موجود ہے وہ یہ کہ آخری کلمہ سے مراد رسنا و حقیقتاً

کلمہ کا اخیر ہونا ہے معلوم ہوا کہ بتسما میں بتسما کی سلین رسنا وسط کلمہ ہونے کی

وجہ سے محل وقف نہیں ہے بلکہ رسنا کلمہ کا اخیر ہونے کی وجہ سے وہی محل وقف ہو سکتا ہے

یا بالفاظ دیگر وقف تابع ہوا کرتا ہے رسم کے اور رسنا کلمہ کا اخیر ہے لہذا محل وقف بھی ما ہوگا

فائدہ، جس طرح وقف وسط کلمہ میں صحیح نہیں ہے اسی طرح ابتداء بھی وسط کلمہ سے نادرست ہے

جلسے الاحادیث پر وقف کے بعد احادیث سے ابتداء کرنا۔

⑤ حرف موقوف علیہ متحرک پر وقف کرتے ہوئے اسکو ساکن کرنا ضروری ہے

حرکت یا تنوین پر وقف کرنا جائز نہیں

④ حرف موقوف علیہ متحرک میں روم و اشمام بھی جائز ہے بشرطیکہ حرکت اصلی ہو

تنبیہ روم کی حالت میں تنوین نہ پڑھی جائیگی بلکہ اسکی حرکت میں روم ہوگا

وقف کے متعدد اقسام کے باوجود مصنف نے ساکن کرنا ضروری ہے فرما کر وقف الاساکن

ہی کو ضروری قرار دیا وجہ یہ ہے کہ مقصد وقف یعنی تخفیف و وقف الاساکن ہی سے بدرجہ اتم حاصل

ہوتی ہے نیز لہجہ کی عبارت سے بتلایا گیا کہ حرکت یا تنوین کو باقی رکھتے ہوئے وقف کرنا جائز نہ ہوگا

لہذا اس قسم کی غلطی محض جلی کھلائیگی لہذا موقوف علیہ متحرک کو وقف میں ساکن کرنا چاہئے

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کیفیت وقف بطحاظ ادب و تنبیہ البتہ حاشیہ میں یا ہم میں اشمام نہ

ہونے کو فرمایا تو یہ نہ ہونا دشواری کی وجہ سے غیر معمول بہا ہونے کے معنی میں ہے یہ مطلب نہیں

ہے کہ کوئی قانونی رکاوٹ ہے اور وجہ اس استثناء کی یہ ہے کہ ادب یا مہم میں ہونٹ بند ہوتے

ہیں اور اشمام کیلئے نہیں ہونٹوں کو کھول کر فوری طور پر گول کرنا ہوتا ہے جو تکلیف سے خالی

نہیں اس وجہ سے یہ متروک ہے البتہ ب. م کی نسبت واد میں اشمام بہت ہی مشکل ہے

تو اگر ب. م کے ساتھ واد کا کھلی اضافہ کر دیا جائے تو بہتر ہوگا

چونکہ بحالت وقف تنوین قائم ہو جاتی ہے لہذا اگر روم کرتا ہے تو اسکی حرکت میں ہوگا جیسے

قدیں پر وقف بالروم کرنا ہو تو تنوین ختم ہو جائیگی اور ضمہ کی حرکت کو ہلکا پڑھا جائیگا

فائدہ :- ہاضیر و امدد کرفائب کی ضمیر کو کہتے ہیں جو کسی اسم ظاہر کی طرف

اشارہ کرتے کیلئے بغرض اختصار لائی جاتی ہے

نوٹ :- اس قسم کا عدم جواز عرفی ہے نہ کہ شرعی

④ ہائے ضمیر میں روم و اشہام بھی جائز ہے لیکن بحالت روم صلہ نہ ہوگا جیسے رسولہ وغیرہ^{۱۲}

علا عبارت میں لفظ بھی جائز ہے سے اس طرف اشارہ ہے کہ وقف بلا اسکان تو اصلیت کی وجہ سے ہوتا ہی ہے اسکے علاوہ یہ دونوں جائز ہے

اب رہا مسئلہ روم و اشہام کے جواز اور عدم جواز کا تو اولاً سمجھیں کہ ہاضمیر کا وقوع

قرآن کریم میں اسکے ماقبل کے لحاظ سے سات طرح ہوا ہے ان سب میں اسکان کے علاوہ روم و اشہام کے جواز میں تین قول ہیں

① مطلقاً جائز ② مطلقاً غیر جائز ③ تفصیل یہاں بخوف طوالت صرف

مراجع کی نشان دہی پر اکتفا کیا جاتا ہے بوقت ضرورت وہیں ملاحظہ فرمائیں

① النشر صفحہ ۱۲۳ ② نہایت القول المفید صفحہ ۲۸۶ ③ الجواہر النقیۃ صفحہ ۲۹۰

معارف التجوید مع رسم القرآن المجید صفحہ ۱۵۷

ہاضمیر پر روم و اشہام کے جواز و عدم جواز کے متعلق قرآن کرام کی مختلف آراء ہیں مگر

اکثریت جواز کے قائل ہے مصنف علیہ الرحمہ نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے مطلقاً جواز کو اختیار فرمایا ہے۔

۱۲ ہاضمیر میں پوشیدگی کی صلاحیت کی وجہ سے وصلہ صلہ کیا جاتا ہے تاکہ پوشیدگی

متم ہو کر خوب ظاہر ہو صلہ کی تعریف ہاضمیر کے ضمہ و کسر کو اتنا کھینچنا کہ واو مدہ یا یا مدہ بن جاتے جسکے لئے شرط یہ ہے کہ اسکا ماقبل وما بعد متحرک ہو۔

مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت بحالت روم صلہ نہ ہوگا جس سے معلوم ہوا کہ اسکان

اور اشٹام کی حالت میں تو صلہ کا سوال ہی نہیں کیونکہ اسکان و اشٹام اسمیں مشترک ہیں کہ حرف موقوف علیہ کو ساکن کیا جاتا ہے اور جب ہاڑھمیر پر بوجہ ساکن ہونے کے اور صلہ تو حرکت کے کھینچنے کا نام ہے جب حرکت ہی نہیں تو صلہ کیسے ہوگا لہذا اسکان و اشٹام میں تو صلہ کرنا چاہیں تو بھی نہ ہوگا کیونکہ صلہ حرکت کے دوگنا کرنے کو کہتے ہیں اور اشٹام و اسکان کی حالت میں حرف موقوف علیہ ساکن ہونے کی وجہ سے حرکت ہی نہ رہی تو صلہ کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا

سوال :- اگر حرکت کی وجہ سے صلہ نہیں ہوتا تو وقف یا الروم میں تو حرکت پڑھی جاتی ہے پھر اسمیں صلہ کیوں نہیں ہوتا ؟

یہ صحیح ہے کہ روم میں حرکت باقی رہتی ہے مگر صلہ تو حرکت کو مکمل ادا کر کے کھینچنے کو کہتے ہیں اور روم میں تو موقوف علیہ کی حرکت (مثال میں ہاتے ضمیر) ہی کو ہلکا اور ناقص ادا کیا جاتا ہے پھر وراذ کرنے (صلہ) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا بحالت روم صلہ نہ ہوگا نیز شرط صلہ یہ ہے کہ ماقبل کے متحرک ہونے کے ساتھ مابعد بھی متحرک ہو اور رسولہ میں ہاتے ضمیر کے بعد کوئی حرف ہی نہیں ہے تو صلہ کیسے ہوگا ؟

روم کی وہ تالیف کہ موقوف علیہ کی حرکت کا ایک تہائی حصہ ادا کیا جاتے کی بنیاد پر جب روم حرکت کی تقیص کا نام ہوا اور صلہ تو حرکت کے اشیاء کا نام ہے لہذا بحالت روم صلہ نہ ہوگا۔

تنبیہ :- یہیں سے معلوم ہو گیا کہ لانعمہ اجنبہ کی ہاتے ضمیر میں صلہ نہ ہوگا اول میں مابعد کے ساکن ہونے کی وجہ سے اور ثانی میں ماقبل کے سکون کی وجہ سے چنانچہ ہمارے حند و ستانی مصاحف میں لانعمہ پر جو علامت صلہ (گھڑی زیری ہوتی ہے) وہ غلط ہے۔

۸) تاتے تانیث میں بھی روم و اشام جائز ہے مثلاً اذا جاءك

المؤمنات وغيره

۹) حرف موقوف علیہ ہاتے تانیث واقع ہو مثلاً نعمتہ وغیرہ تو

اسمیں وقف بالابدال ہوگا^{۱۲}

۱۰) حرف موقوف علیہ منصوب منون واقع ہو مثلاً جفاء او غیرہ تو اس

صورت میں بھی وقف بالابدال ہوگا^{۱۳}

۱۱) حرف موقوف علیہ نون یا میم واقع ہو مثلاً من دیکم وغیرہ تو اسمیں

وقف بالاظہار ہی ہوگا اسی طرح کسی حرف مدغم یا مخفی پر وقف کیا گیا

تو وقف بالاظہار ہی ہوگا۔

۱۲) جو حرف مدرسوم بوجہ اجتماع ساکنین وصلاً محذوف ہو مثلاً قلنا

اهبطوا۔ یرجوا للہ۔ یوتی الحکمۃ وغیرہ اس پر وقف بالابتداء ہوگا^{۱۴}

^{۱۲} تاتے مجرورہ اور تاتے مدورہ میں فرق یہ ہے کہ تاتے مجرورہ وقفاً باقی رہتی ہے

لہذا اسکی حرکت میں روم و اشام جائز ہوگا بخلاف تاتے مدورہ کے وہ وقفاً ہاتے ساکنہ

سے بدل جاتی ہے لہذا حرکت کے باقی نہ رہنے کی وجہ سے روم و اشام جائز نہ ہوگا بلکہ

صرف ابدال ہی ہوگا

^{۱۳} یعنی زبر کی تنوین وقفاً الف سے بدل جائیگی اور جفاء الف کے ساتھ وقف ہوگا

^{۱۴} حکم نمبر ۱۱-۱۲ ملاحظہ ہو کیفیت وقف بلحاظ اصل

- ۱۲) جو حرف مد مقروبو جو تامل غیر مرسوم ہو اسپر وقف بالاثبات ہوگا مثلاً
تراء الجمعان کے پہلے کلمہ پر وقف کیا گیا تو اثبات الف کے ساتھ تراء ہوگا
- ۱۳) جو الف مرسوم وصلاً محذوف ہو جیسے وانا اول المسلمین اور السبیل
وغیرہ اسپر وقف بالاثبات ہوگا ۱۵
- ۱۴) وقف رسم قرآنی کے موافق کرنا چاہتے مثلاً آتانی الکتاب میں آتانی پر
اور آتان سے اللہ میں لفظ آتان پر وقف موافق رسم ہوگا لیکن مثل
وَلِیُّ اٰلِہٖمَا کِیۡتٰبٌ ثٰنِیۡہٗ پَرِ سَکُوۡنٍ یَّآءِ کے ساتھ وقف موافق وصل ہوگا ۱۶

۱۵) مقروبو یعنی قراءۃ ثابت ہوا اثبات الف کے ساتھ وقف اس وجہ سے ہوگا کہ تامل فی الرسم کی وجہ سے حذف شدہ (غیر مرسوم) قلم میں مرسوم کے ہے جیسے تراء الجمعان میں تراء ا باب تقاعل سے ماضی مطلق کا صیغہ واحد غائب ہے جو اصل میں نراء فی بردن تقاعل تھا یا تحمک یا تمنتوح ہونے کی وجہ سے یا کو الف سے بدل دیا نراء ہو گیا، اب ایک ہی کلمہ میں ایک ساتھ تین الف رہا جمع ہو گئے اس طور پر کہ ”اول“ را کے بعد والا باب الف ”ثانی“ ہمزہ اگر لکھا جاتا تو بصورت الف ”ثالث“ الف تبدیل من الیاء یوں تین الف ایک ساتھ لکھنے میں جمع ہوئے مثلاً نراء مگر اصول مماثلت کے تحت ایک کو لکھ کر دو کو حذف کر دیا، لہذا بحالت وقف اس الف کے حکماً موجود ہونے کی وجہ سے وقف بالاثبات الف ہوگا جیسے تراء۔

۱۶) آتانی الکتاب میں ’ی‘ اصل مصحف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ میں مرسوم ہے لہذا

اتباع رسم میں وصل کی طرح وقفاً بھی یا ثابت رہی اور وقفاً آتانی پڑھا جائیگا اور فوا آتات سے

اللہ جو کہ سورہ نمل میں ہے اسمیں اصل مصحف عثمانی میں ’یا‘ محذوفی الرسم ہے البتہ متاخرین

نے سہولت کے خاطر ایک جھوٹی ویسی ’ے‘ کو اس حذف کردہ یا کی جگہ بطور علامت وضع کیا تو چونکہ

یا محذوفی الرسم ہے لہذا اتباع رسم میں وقفاً بھی محذوف رہی یعنی آتات بغیر ’یا‘ وقف ہوگا۔

- ۱۶) وقف بالتشديد میں دیر دو حرف کی ہوگی مثلاً عدو اور سوئی وغیرہ
- ۱۷) وقف بالتشديد میں روم و اشام بھی جاتے ہیں اگرچہ ممنون ہو مثلاً دُرِّي وغیرہ
- ۱۸) حرف موقوف علیہ نون یا میم مشدد ہو تو ایک الف کے برابر غنہ ہوگا اگرچہ روم و اشام کیا جاتے جیسے جاتے وغیرہ^{۱۹}

حاشیہ صفحہ گذشتہ

البتہ یہ دہن میں رہے کہ اس آقان سے اللہ پر وقف موافق وصل (آقانی یا کے ساتھ) بھی جائز ہے بخلاف وقتی اللہ کے اسم وقف موافق وصل (یعنی باثبات الیاء الثانیہ) ہی ہوگا وقف موافق رسم (یعنی بحذف الیاء الثانیہ) ہے اسلئے کہ یا تے ثانیہ تامل فی الرسم کی بنا پر حذف ہونے کی وجہ سے حکماً رسم ہے اسکے برخلاف آقان سے اللہ کی یا تے محذوف سے لہذا وقف موافق رسم (یعنی بحذف الیاء) ہوگا مگر چونکہ یا مذکورہ (بروایت حفص) وصلات فتح کے ساتھ مقور ہے اسکی رعایت میں وقف موافق وصل (باثبات الیاء) بھی جائز ہے

۱۷ حکم نمبر ۱۶ کی تفصیل کیفیت وقف بلحاظ اصل میں ملاحظہ ہو

تنبیہ :- اسکی ادا مشکل ہونے کی وجہ سے مشق کی قاص ضرورت ہے۔

۱۸ وجہ اسکی ظاہر یہیکہ حرف موقوف علیہ اگرچہ مشدد ہو مگر اسپر ضمہ یا کسرہ اصلی ہے تو روم و اشام ہوگا

البتہ مشدد ہونے کی وجہ سے تافیر تشدید کے بعد ہی روم و اشام ہوگا اور کالت روم تنوین نہ پڑھی

جائگی بلکہ اسکی حرکت میں روم ہوگا

۱۹ اسکو بھی اوپر کی تقریر سے سمجھا جاسکتا ہے البتہ مذکورہ مثال میں تشدید کی

اوائگی ایک الف کے برابر غنہ کرنے سے ہوگی اور غنہ مد لازم کے طول کے بعد ہوگا اور اگر حرف

مد نہ ہو جیسے مثلہن وغیرہ تو حرف ایک الف کے برابر غنہ کیا جاتے جو تاق تشدید ہے

تنبیہ:۔ نون یا میم ساکن پر وقف کرتے ہوئے زائد غنہ سے احتراز کرنا چاہئے لیکن اگر نون یا میم مشدود پر وقف کیا جائے تو غنہ ایک الف کے برابر ہوگا۔
 (۱۹) حرف موقوف علیہ کے ماقبل سکون اصلی ہو تو بجائے وقف بالاسکان کرنے

کے وقف بالروم کرنا بہتر ہے تاکہ سکون اصلی تام ادا ہو
 تنبیہ:۔ اسکا بہت خیال رکھنا چاہئے کہ سکون وقفی کی وجہ سے ماقبل کا حرف ساکن متحرک ہو جائے جیسے **وَاسْتَغْفِرُكَ** کی بجائے **وَاسْتَغْفِرُكَ**

۲۰
 اس میں عام ابتلا ہے کہ نستعین علیہم جیسی مثالوں میں میم مخففہ پر زائد غنہ سنا جاتا ہے چونکہ نون اور میم میں غنہ آتی ہے جو کہ صفت لازمہ ہے جو نون اور میم مخففہ کے ادا کرتے وقت قدرتی اور لازمی طور پر ادا ہو جاتا ہے لیکن اسکو ادا کرنے میں اس قدر مبالغہ کیا جاتا ہے کہ غنہ بجائے آتی کے زمانی ہو جاتا ہے جو لحن غلطی ہے اسی ابتلاء عام کی وجہ سے خصوصاً اس طرف متوجہ فرمایا۔

نوٹ:۔ مگر بعض مرتبہ اس زائد غنہ سے احتراز کی رعایت میں لازمی غنہ بھی ختم ہو جاتا ہے جسکے نتیجہ میں نون بدل کر مشابہ دال اور میم مشابہ با کے ہو جاتے ہیں جو اول غلطی سے بھی قبیح ہے کیونکہ یہ لحن طبعی ہے۔

۲۱
 اگر حرف موقوف علیہ کا ماقبل ساکن ہو جیسے **سَبِّحْهُمَا**! **وَاسْتَغْفِرُكَ** لفظی خسرو تو وقف بالاسکان کرنے قاری کو ایک پریشانی یہ پیش آتی ہے کہ ماقبل کے سکون میں حرکت کی بو آجاتی ہے یا حرف موقوف علیہ کے حذف ہو جائیگا اندیشہ رہتا ہے جو لحن ہے ایسے مواقع میں بجائے وقف بالاسکان کے باروم کرنا چاہئے جسکی وجہ سے حرف موقوف علیہ کے ماقبل کا سکون کامل ادا ہوگا۔

۲۰) قطب جہ کے کسی بھی حرف پر وقف کیا جائے تو سکون وقفی میں قلق لہ کی
لوٹتی ہوتی آواز خوب ظاہر کرنا چاہئے جیسے فلق^{۲۲۷}

۲۱) بحالت وقف حروف قلق لہ مشدّد کا قلق لہ تشدید کی تاخیر کے بعد ظاہر ہوگا
جیسے رسولہ الحق۔ وغیرہ^{۲۲۸}

تنبیہ :- جو قواعد جو یہ کیفیت وقف سے متعلق ہیں یہاں صرف وہی بیان کئے
جائینگے۔
حاشیہ صوفیہ

جسکی وجہ یہ ہے کہ روم میں جب حرف موقوف علیہ کی حرکت کو ہلکا پڑھا جائیگا تو حرف موقوف علیہ کی
صیانت بھی ہوگی اور اس سے ما قبل کا سکون بھی تام ادا ہوگا۔

فائدہ :- مذکورہ تشریح سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ سکون کی طرح اشہام بھی نہ کرنا چاہئے

ورنہ انہی مشکلات کا سامنا ہوگا اس وجہ سے کہ اشہام میں بھی حرف موقوف علیہ کو ساکن کیا جاتا ہے
تاکید قلق لہ کی وجہ :- چونکہ حروف قلق لہ میں وجہ قلق لہ صفت جہر اور شدت ہے اور جہر نام ہے

آواز کے بلند ہونیکا لہذا قلق لہ کی آواز بلند ہوتی چاہئے چنانچہ صاحب تہامیہ فرماتے ہیں "ادنی
الجہر فہو اسماع غیرۃ لا اسماع نفسہ" اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے اسنا قلق لہ
کیا کہ خود سن سکے دوسرے کو نہ سنائی دے تو اس نے قلق لہ ہی ادا نہیں کیا اسی کو محقق کبیر علامہ جزری
علیہ الرحمہ اپنے مقدمہ میں اسطرخ فرماتے ہیں۔ "وبین مقلقلان سکنا وان یکن فی الوقف

کان ابدینا اسی وجہ سے مصنف نے "خوب ظاہر کرنا چاہئے فرمایا"

۲۲) حکم تو ظاہر ہے کہ باقی تشدید (جو کہ دو حرف ہیں) کی رعایت میں زبان قاف کے مخرج
دو حرف کی تاخیر کے بقدر لگی رہے گی پھر قاف موقوف کے سکون کی وجہ سے لوٹتی ہوتی آواز آنگی لہذا
عملاً بعد تاخیر کے لوٹتی ہوتی آواز آنی چاہئے جیسے وتولصوابا الحق۔ وتب

۲۲) جو رابوہ وقف ساکن ہو یا پہلے سے ساکن ہو وہ بحالت وقف پُر ہوگی بشرطیکہ

ماقبل زیری یا ساکن نہ ہو جیسے لیلۃ القدر وغیرہ

۲۳) راتے مشدہ موقوفہ پر پڑھی جائیگی بشرطیکہ ماقبل زیر نہ ہو جیسے مستقر وغیرہ

۲۴) راتے موقوفہ بالروم بھی پُر ہوگی بشرطیکہ را خود مکسور نہ ہو جیسے قدیر وغیرہ

۲۵) راتے موقوفہ بالاشمام پر اور باریک پڑھی جائے میں وقف بالاسکان کے حکم میں

۲۲ حکم نمبر ۲۳ کا تعلق وقف بالاسکان و اشمام سے ہے اسلئے اسکان و اشمام ہی میں را

ساکن ہونے کی وجہ سے ماقبل کے تابع ہوتی ہے اور راتے مشدہ موقوفہ کے تین احوال ہیں اگر ماقبل

مفتوح یا مضموم ہو تو پُر ہوگی جیسے مستقر الحریٰ بالحر اور مکسور میں باریک ہوگی جیسے

یفیر فاندہ۔ اوپر کے حکم میں را ساکن کا پُر پڑھا جانا دو شرطوں پر موقوف تھا اول کسہ دوم

یا ساکنہ کے نہ ہونے پر مگر را مشدہ کا پُر پڑھا جانا صرف کسہ نہ ہونے پر موقوف قرار دیا کیونکہ را

مشدہ سے قبل یا ساکنہ نہیں ہوتی۔

۲۵ جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ را موقوفہ بالروم (جس را پر وقف بالروم کیا جائے) میں چونکہ حرکت

پڑھی جاتی ہے اور را متحرک ہی رہتی ہے لہذا وہ را متحرک کی طرح اپنی حرکت کے تابع ہوگی جس سے

معلوم ہوا کہ اسکے ماقبل کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

۲۶ چونکہ حرف موقوف علیہ اسکان و اشمام دونوں ہی میں ساکن ہو جاتا ہے لہذا جس طرح را

موقوفہ بالاسکان کی تفخیم و ترفیق را کے ساکن ہونے کی وجہ سے ماقبل کے تابع ہوتی ہے اسی طرح اشمام

میں بھی را کی تفخیم و ترفیق ماقبل کے تابع ہوگی مثلاً مستقر پر وقف بالاسکان کیا جائے تو را ساکن

ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے پُر ہوگی اسی طرح اگر وقف بالاشمام کیا جائے تب بھی را ساکن ہوگی۔

قائدہ:۔ لفظ فرق پڑھنے سے رابا ریک پڑھنا بھی جائز ہے لیکن پڑھنا اولیٰ

حاشیہ صفحہ گزشتہ

اب اسکا ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے پڑھو گی اور قدیم پر اسکان یا اشام کرنے سے راساکن ہوگی اب ماقبل یا ساکن ہے لہذا باریک ہوگی جس سے معلوم ہوا کہ وقف بالرو کیا جاتے تو ان دونوں رابا پر ضم ہے اور رابا میں وہ ضم پڑھا جاتا ہے (راساکن نہیں ہوگی) لہذا پڑھو گی۔

سورۃ شعراء میں لفظ کل فرق کا لظون العظیم میں بحالت وصل دو ہیں جائز ہیں

ترقیق و تغخیم جسمیں ترقیق اولیٰ ہے جسکا مسئلہ کتب تجوید میں مفصل مذکور ہے لیکن جیسا کہ آجے تنبیہ کے تحت گذرا کہ اس کتاب میں وہی مسائل تجوید بیان ہونگے جو کیفیت وقف سے متعلق

ہوں گے ان کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ جب اس لفظ فرق پر وقف کرو یا جاتے تو قاف ساکن ہو جائیگا

جسکی وجہ سے ترقیق رابا کی علت بین الکتبتین ہونا باقی نہ رہے گی تو بظاہر اس رابا میں صرف تغخیم رہتی چاہتے

اسی ظاہری مخالطہ کو دور کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ بحالت وقف بھی دونوں

دو ہیں تغخیم و ترقیق صحیح ہیں جسمیں تغخیم کی وجہ رابا ساکن کے بعد حرف مستعلیٰ متصلہ کا موجود ہونا ہے

البتہ ترقیق کے متعلق صاحب نہایہ مرعشی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ وقفاً "ق"

کا سکون عارضی ہے اور کسرو اصلی ہے لہذا اب وقف کے بعد بھی اس رابا کی اصلی حالت کا اعتبار

کرتے ہوئے اور سکون عارضی کو کالعدم قرار دیتے ہوئے ترقیق ہوگی

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جن حضرات نے تغخیم کے چارہی مراتب بیان فرمائے ہیں انکے

یہاں حرف مغنہ ساکن کی تغخیم ماقبل کے تابع ہوا کرتی ہے مگر لفظ فرق میں قاف موقوفہ کا ماقبل بھی

ساکن ہے تو اب قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ماقبل کا ماقبل دیکھا جائے (اس وجہ سے کہ سوانی

اسکے قاف کے درجہ تغخیم کو معلوم کرنے کا اور کوئی راستہ نہیں) اور وہ مکسور ہے لہذا ق میں

۲۶) جو حروف ہمیشہ پُر پڑھے جاتے ہیں انکو وقف میں بھی پُر ہی پڑھنا

چاہئے جیسے علیہا حافظ وغیرہ^{۲۸}

۲۷) جو صفات عارضہ موقوف علی الوصل ہیں انکو وقف میں ادا نہ کرنا چاہئے

مثلاً مد منفصل پر وقف کیا تو مد نہ کرنا چاہئے جیسے نسہیتہ موہا

انتم وغیرہ^{۲۹}

بقیہ صفحہ گذشتہ

آخری درجہ کی تفعیم پائی جائیگی اور یہ تفعیم ماقبل میں موثر نہ ہونے کی وجہ سے ترقیق کو اولی قرار دیا جا

سکتا ہے۔

لیکن مصنف علی الرحمہ تنویر المراتب میں تحریر فرماتے ہیں لیکن ہر جگہ بحالت وقف حرکت اصلی

کا اعتبار جائز نہیں جسکی وجہ سے آپ نے تفعیم کو اولی قرار دیا نیز جن حضرات نے تفعیم پر تہ خمسہ بیان فرماتے

ہیں وہ ساکن میں چوتھے درجہ کی تفعیم قرار دیتے ہیں اس اعتبار سے قاف ساکن کی تفعیم (جو کہ آخری درجہ

سے زائد ہے) ماقبل میں موثر ہونے کی وجہ سے تفعیم اولی ہو سکتی ہے

نوٹ:- مذکورہ تقریر کے بعد بھی اولی وغیر اولی کا مدار قاری کی سہولت پر ہے

۲۸) چونکہ حروف مستعلیہ کی تفعیم دائمی اور استقلالی ہے لہذا وقفاً وصللاً متحرک ہوں یا ساکن ہر حال

میں مفعم ہونگے لیکن چونکہ حروف مستعلیہ موقوفہ پر غلطی ہونے سے تفعیم ختم ہو جاتی ہے اسلئے اسکو خصوصیت بیان

۲۹) جو صفات عارضہ موقوف علی الوصل ہیں منجملہ انکے اشقار اذغام سکتے اور مد منفصل ہیں چونکہ

ان صفات کا سبب وصل ہے لہذا یہ وصل ہی ادا ہو سکیگی یعنی بحالت وقف سبب وصل کے موجود نہ

رہنے کی وجہ سے یہ صفات باقی نہ رہی اسلئے وقفاً بجاتے اذغام و اشقار اظہار ہوگا اور مد منفصل میں

جیاتے مد کے قصر ہوگا اور بجاتے سکتے ترک سکتے

تنبیہ :- حرف مد پر وقف کرتے وقت اسکا خیال رکھنا چاہتے کہ حرف مد کے ادا میں نہ کمی واقع ہونے زیادتی اور نہ حرف مد کے بعد ہمزہ یا ہا کی آواز پیدا ہونے پائے ورنہ لحن جلی ہو جائیگی۔^{۲۱}

^{۲۲} اس تنبیہ کے تحت حرف مد پر وقف ہونے والی کئی غلطیوں کا بیان ہے اور اسمیں ابتلاء عام کا مشاہدہ ہے مثلاً فترضی ان علینا میں فترضی پر وقف کیا جائے اسطرخ موشی، عیسیٰ، افواجی وغیرہ میں حرف موقوف علیہ حرف مد ہے جسکے بعد سبب نہیں ہے لہذا اسمیں حرف قصر یعنی ایک الف کے بقدر مد ہوگا اب اگر اسمیں کمی ہوگئی تو چونکہ ایک الف مد سے تو حرف مد کا وجود ہوتا ہے لہذا اسمیں کمی ذات میں کمی یا ذات کے معدوم ہونیکا سبب ہے اور دونوں قسم کی کمی یہ ذات بغیر کا باعث ہونگی وجہ سے لحن جلی ہے جو حرام ہے۔

رہا مسئلہ زیادتی کا تو نسبت اول کے ثانی میں ابتلاء زیادہ ہے کہ اچھے خاصے جوید پڑھتے ہوئے لوگ بھی اسمیں بکثرت تبلا ہیں مثلاً قل هو اللہ احد میں اللہ پر اور ترائیا تو ابجا جیسی مثالوں میں وقف اور تین الف تک مد سنا جاتا ہے جو ناواقفیت کی علامت ہے۔

اب حرف مد میں بلا سبب کے ایک الف سے زائد مد کرنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ اس سے صرف مد کی ذات میں کوتاہی نہیں ہوتا اسلئے ایسی غلطی لحن خفی ہے اور بقول حضرت تھانویؒ اس قسم کی غلطیاں اسلئے ہوتی ہیں کہ لغز خوشنما معلوم ہوتا ہے مگر بقول صاحب فوائد مکہ کہ بچنا اس سے بھی ضروری ہے اسطرخ حرف مد کے بعد ہمزہ پیدا کرنا یعنی حرف مد جو کہ بلا جھٹکے ادا ہوتا ہے اسمیں جھٹکا دینا ایک حرف ہمزہ کا اضافہ کرنا ہے نیز افریقہ میں ہا پیدا کرنا یہ دونوں غلطیاں بھی کثیر الوقوع ہیں جن سے قرآن شریف میں ایک حرف کی زیادتی لازم آتی ہے جو لحن جلی ہے اور حرام ہے۔

۲۸) حرف موقوف علیہ مفتوح سے پہلے حرف مد واقع ہو مثلاً العالمین

وغیرہ تو اسمیں طول توسط اور قصر تینوں وجہیں جائز ہیں ^{۲۱}

فائدہ:- حرف مد کے بعد سکون وقفی واقع ہوا سکون مد عارض کہتے ہیں۔

۲۹) حرف موقوف علیہ مکسور سے پہلے حرف مد واقع ہو مثلاً الرحیم وغیرہ اسمیں

طول توسط قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم چار وجہیں جائز ہیں ^{۲۲}

بقیہ صفحہ گذشتہ -

تنبیہ:- ماقبل سے معلق ہوا کہ حرف مد میں زیادتی واقع ہونے کو قرآن کلام نے لمن خشی کہا ہے لہذا مصنف کا فرمان "ورنہ لمن علی ہو جائیگی" کا تعلق مذکورہ صورتوں میں سے تین کے ساتھ ہو گیا

^{۲۱} اولاً یہ سمجھیں کہ متن میں حرف موقوف علیہ کے لئے مفتوح کی قید لگائی جس سے یہ بات متعین ہو گئی

کہ اس طرف وقف بالاسکان ہو گا جسکی وجہ سے حرف موقوف علیہ ساکن ہو جائیگا اور اسکے سکون کو سکون وقفی کہتے ہیں اور سکون وقفی سے قبل حرف مد ہے لہذا مد عارض ہو گا جس میں طول توسط قصر تین وجہیں

جائز ہیں جسکو اصطلاح میں طول توسط قصر مع الاسکان کہتے ہیں معلوم ہوا کہ العالمین جیسی مثالوں کو وقف تین طرح پڑھ سکتے ہیں مگر بلا ضرورت تینوں کو جمع کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ ان میں سے کوئی ایک مقرب ہوگی

فائدہ:- حرف موقوف علیہ پرا تساماً وقف میں جس قدر اضافہ ہوتا چلا جائیگا اور جب مد میں بھی اضافہ ہوگا

^{۲۲} اس لئے کہ حرف مکسور و مد و طرح سے وقف ہو سکتا ہے بالاسکان اور بالروم اور جب ایک وقف میں

تین وجہیں ہوں تو عقلاً دو وقف میں چھ ہونگی مگر ان میں سے مذکورہ چار وجہیں جائز ہیں اور بقیہ دفعوں میں

طول توسط مع الروم جائز نہیں ہے کیونکہ وقف بالروم میں حرف موقوف علیہ کو ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اسکو

متحرک ہی باقی رکھتے ہیں (گو حرکت کو پست آواز سے پڑھتے ہیں) لہذا اب یا مدہ کے بعد بحالت روم وہ سکون

نہیں جو توسط و طول کا سبب تھا لہذا یہ دو وجہیں پڑھنا جائز نہ ہوگا۔

۳۰) حرف موقوف علیہ مضموم سے پہلے حرف مد واقع ہو مثلاً نستعین و غیرہ اسمیں طول توسط قصر مع الاسکان طول توسط قصر مع الاشام اور قصر مع الروم سا تو جہیں جائز ہیں۔^{۳۳}

۳۱) مد متصل و قفی میں توسط کے علاوہ بوجہ سکون عارض طول بھی جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں اور مد عارض کا توسط بہتر نہیں مثلاً یشاء و غیرہ۔^{۳۴}

^{۳۲} کیونکہ حرف موقوف مضموم پر تین طرح وقف ہو سکتا ہے بالاسکان - بالاشام - بالروم جب دو وقف سے عقلاً چھے تو تین نکلی تو تین وقف سے نو نکلتا بدیہی ہے پھر چونکہ اسکان کی طرح اشام میں بھی حرف موقوف علیہ ساکن ہو جاتا ہے تو دونوں پر مد عارض ہوگا اور مد عارض میں طول توسط قصر تینوں تو نہیں جائز ہیں لہذا تین اسکان سے اور تین اشام سے اس طرح چھے تو نہیں ہوتیں اب جیسا کہ ماقبل سے معلوم ہوا کہ بحالت روم مداخلی ہوگا جسمیں صرف قصر ہے لہذا صرف ایک وجہ قصر مع الروم جائز ہوگی اس طرح تو تین سے سات تو نہیں جائز اور توسط و طول مع الروم نا جائز۔^{۳۵} اس حکم کو سمجھنے کیلئے اولاً کچھ مفید مقدمات ملاحظہ ہوں۔

۱) مد متصل و قفی سے مراد وہ مد متصل ہے جس پر وقف کیا جائے مثل یشاء۔

۲) اسمیں بیک وقت مد کے دو سبب جمع ہوتے ہیں پہنچ سکون عارض۔

۳) مد متصل قوی ہے مد عارض سے۔

۴) ضعیف کو قوی پر ترجیح دینا جائز نہیں۔

۵) یہ حکم وقف بالاسکان بالاشام سے متعلق ہے نہ کہ روم سے

اب سمجھئے کہ یشاء پر وقف کرنے سے سکون عارض کی وجہ سے مد متصل کے ساتھ

بقیہ معلوم گذارشند۔

مدعارض کبھی ہوگا اور متصل میں بروایت حفص بطریق شاطبی صرف توسط ہے اور مدعارض میں طول توسط قصر تینوں قریبیں جاتے ہیں لہذا متصل کا توسط اور مدعارض کی وجوہ ثلثہ اسطرع مجموعی طور پر چار وجوہ نکلتی ہیں اب سوال یہ ہے کہ تلاوت کے وقت انہیں سے کسکو پڑھا جاتے

وجوہ جائزہ وغیرہ:۔ اسکے لئے کتاب کی عبارت میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان

وجوہ مذکورہ میں سے قصر جائز نہیں کیونکہ متصل میں قصر ہے نہیں لہذا مدعارض کی وجہ سے متصل کا اعمال لازم آئیگا اور وہ غیر صحیح ہے جیسا کہ مقدمہ نمبر ۲۲ سے معلوم ہوتا ہے

مدعارض کا توسط:۔ یہ جاتے ہیں کیونکہ توسط متصل میں بھی ہے البتہ مدعارض کا توسط

بہتر نہیں اسلئے کہ متصل قوی ہے مدعارض سے اور کو توسط میں دونوں مشترک ہیں مگر متصل کا توسط

بڑی قوت کی وجہ سے مدعارض کے توسط سے لیا ہوگا اور چونکہ متصل کے توسط کی آخری مقدار (جو کہ چار

الف ہے) مدعارض کا توسط کرنے سے ادا نہ ہوگی لہذا مدعارض کا توسط غیر اولیٰ ہے بر خلاف متصل کا توسط

ہا کرنے سے مدعارض کا توسط بھی لیا ہو جاتا ہے نیز اس میں ضعیف کی ترجیح قوی پر لازم بھی نہیں آتی لہذا یہ

اولیٰ ہے اب مدعارض کا طول تو یہ جاتے ہیں البتہ اسپر نظر اہکال یہ ہے کہ طول کرنے میں مدعارض

کی متصل پر ترجیح لازم آتی ہے تو اسکے جواب کیلئے خود مصنفؒ کی وہ تقریر جو تنویر المراتب میں فرمائی ہے

نقل کرنا انسب معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ نفس سکون بنسبت ہمزہ کے سبب ثقیل اور مد کیلئے

سبب قوی ہے اسلئے نفس سکون کا (قطع نظر اسکے عارضی ہونے سے) اعتبار کرنے کی صورت

میں سبب ضعیف یعنی ہمزہ کا عدم اعتبار جائز ہے

لیکن مختلف وجوہ کے اجتماع کے وقت اصول یہ ہے کہ عمل کیلئے وجہ قوی کو ترجیح دی

جاتے لہذا مسئلہ مذکور میں وجوہ اربعہ سے قوی وجہ متصل کا توسط ہے اس اعتبار سے کہ اسکا

سبب ہمزہ ہے جو کہ سبب اصلی ہے اور سکون کو سبب قوی ہے مگر جبکہ اصلی ہو (اور یہاں سکون

- ۳۲) متصل میں بحالت روم صرف توسط ہی ہوگا طول اور قصر مع الروم جائز نہیں^{۳۵}
- ۳۳) مد لازم وقفی میں سکون وقفی کی وجہ سے بھی طول ہو سکتا ہے لیکن مد لازم کا طول اولیٰ ہے مثلاً صَوَافٌ وَغَیْرَهُ^{۳۶}

بقیہ صفحہ گذشتہ -

اصلی نہیں) یہاں اجتماع سبب عارض سکون اور سبب اصلی ہونے کا جو رہا ہے اور اس صورت میں ترجیح سبب اصلی کی جائیگی لہذا مد متصل کا توسط اولیٰ ہوگا نیز اجتماع سببین کے وقت سکون عارضی کی حیثیت عارضی کو ختم کر کے سبب اصلی پر ترجیح دینے سے طویل کو بہتر قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔
خلاصہ کلام یہ کہ مد متصل وقفی میں قصر جائز نہیں نیز مد عارض کا طول و توسط جائز ہے مگر مد متصل کا توسط اولیٰ ہے۔

۳۵) وجہ اسکی یہ ہے کہ مد متصل کا ہمزہ (جو کہ سبب مد ہے) بہر کیف باقی رہتا ہے جبکہ قصر سبب کے نہ ہونے پر موقوف ہے لہذا قصر جائز نہیں اسی طرح طول موقوف ہے سکون پر اور بحالت روم حرف موقوف علیہ ساکن نہیں ہوتا لہذا طول بھی جائز نہیں

۳۶) جس مد لازم پر وقف کیا جائے اسکو مد لازم وقفی کہتے ہیں جیسے صَوَافٌ جات متین کی عبارت کو اس طرح سمجھیں کہ مد لازم وقفی میں اولاً تو مد کے دو سبب سکون مشدداً اور سکون عارض وقفی جمع ہوتے اور دونوں سبب طول ہیں لہذا دونوں کی وجہ سے ایسی مثال میں طول ہوگا البتہ سکون مشدداً سکون عارض کی نسبت زیادہ قوی ہے لہذا مقدار طول میں بھی فرق ہوگا اسی کو متین میں فرمایا کہ دونوں طرح طول ہے لیکن لازم کا طول اولیٰ ہے تاکہ قوی کو ضعیف پر ترجیح رہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مد لازم وقفی میں سکون عارض کی وجہ سے طول کے علاوہ عقلاً قصر و توسط بھی ہونا چاہئے مگر دونوں جائز نہیں جسکی وجہ سے صاف یہ کہ بحالت قصر و توسط

۲۲) حرف موقوف علیہ سے پہلے حرف لین واقع ہو مثلاً رای العین امیں

طول توسط قصر تینوں و جہیں جائز ہیں لیکن قصر اولیٰ ہے ۲۷

فائدہ:- حرف لین کے بعد سکون وقفی واقع ہو تو اسکو مد لین عارض کہتے ہیں

۲۳) مد لین عارض میں بحالت روم صرف قصر ہی ہوگا مد کرنا جائز نہیں ۲۸

تنبیہ:- مد کے وجود مذکورہ میں سے قاری جس وجہ کو چاہے ادا کرے لیکن

جس وجہ کو اختیار کرے آخر تک باقی رکھے سب وجہوں کو جمع کرنا یا مساوات کے خلاف

پڑھنا جائز نہیں ہے ۲۹

صغیر گذشتہ سے متعلق -

سبب اصلی (سکون مشدّد) کا القاء و عدم اعتدال انیم آئیگا جو صحیح نہیں ہے نیز سبب ضعیف کو قوی

پر ترجیح لازم آئیگی اور وہ بھی جائز نہیں

۲۷) رای العین - من خوف جیسی مثالوں میں وقفاً مد لین عارض ہوتا ہے جس میں تینوں

وجود جائز ہیں مگر قصر اولیٰ ہے البتہ قصر کی اولویت کو جو فرمایا ہے اسکے لئے خود آپکی بیان کردہ عبارت

کو نقل کر دینا کافی ہے چونکہ مد لین عارض میں محل مد (حرف لین) اور سبب مد (سکون عارض)

دونوں ضعیف ہیں اس وجہ سے قصر اولیٰ ہے۔

۲۸) چونکہ روم کی وجہ سے حرف موقوف علیہ ساکن نہیں ہوتا لہذا سبب کے نہ ہونے کی وجہ سے

مد (توسط و طول) نہ ہوگا صرف قصر ہوگا۔

۲۹) اس تنبیہ کے ذریعہ ایک عام ابتلا کی نشان دہی فرمائی کہ عوام تو عوام تو عوام تو عوام بھی باوجود

تنبیہات کے اس عدم مساوات اور غلط فی الطرق میں مبتلا رہیں جس سے احتیاط ضروری ہے مثلاً

ایک قسم کے کئی مدو جمع ہوں جیسے کئی مد عارض یا کئی مد متصل جمع ہوں تو وجہ ملو در مقادیر کے

- سوالات: ① وقف یا الاظہار اور وقف بالاثبات کی تعریف بیان کرو
- ② وقف بالشدید میں روم یا اشہام جائز ہے یا نہیں؟
- ③ لذیحی پر وقف موافق رسم ہوگا یا موافق وصل
- ④ رامشددہ پر وقف کیا جاتے تو راسم ہوگی یا باریک
- ⑤ متصل وقفی اور مد لازم وقفی کی تعریف بیان کرو۔

بقیہ صفحہ گذشتہ۔

ما بین مساوات ضروری ہے یعنی اول مد صبقدر کیا ہوا فیر تک اس مقدار پر عمل کیا جاتے یہ نہ ہو کہ کہیں طول کہیں توسط یا کہیں دو الف توسط تو کہیں تین الف وغیرہ تو اسکو اصطلاح میں خلط کہتے ہیں جو اگرچہ حرام یا مکروہ نہیں ہے تاہم غیر مناسب ہے

چنانچہ شیخ نویری ذرہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ طرق میں خلط و ترکیب حرام یا مکروہ

یا عیب ہے اور علامہ جزیری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اسمیں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ جب

تلاوت بطور روایت کرے جیسے طالب علم استاذ کے سامنے کسی طریق کے التزام کے ساتھ پڑھے

تو خلط فی الطریق ناجائز ہے کیونکہ یہ کذب فی الروایت ہے اور اہل روایت پر سائل کو

خلط و ملتبس کرنا ہے

اور اگر قرأت بطور نقل و روایت کے نہ ہو بلکہ علی حسب التلاوت ہو تو خلط جائز ہے

اگرچہ آئمہ قرأت کیلئے ہم اسکو بھی معیوب قرار دینگے کیونکہ انکو قرآنات و روایات کے اختلاف کا

صرف عالم ہی نہیں بلکہ عامل بھی ہونا ضروری ہے ورنہ عوام و خواص میں کیا قرق رہ جائیگا تاہم ایسی

صورت میں خلط کو حرام یا مکروہ نہیں کہا جائیگا۔

پہچٹا سبھی محل وقف کے احکام

فائدہ:- طلوعیہ تریز تمہید و تجزیہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں تاکہ محل وقف کا بیان (جو کہ بڑی اہمیت کا حامل ہے) سمجھنے میں سہولت رہے

فائدہ:- قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں

① جو تلاوت کے ساتھ عربیت سے واقف ہونے کی بنا پر معانی قرآن مجید پوری واقفیت رکھتے ہیں نیز انکو وہ غور و فکر بھی حاصل ہے جو ان علماء کو تھا جنہوں نے معانی کی تمام گہرائیوں کو سامنے رکھتے ہوئے محل اوقاف میں درجات قائم فرمائے اور علامات وضع فرمائیں

② دوسری وہ جماعت ہے جنکو تلاوت کے ساتھ ساتھ عربیت سے واقفیت کی بنا پر معانی سے تو واقف تھے مگر وہ غور و فکر حاصل نہیں جو قسم اول کو تھا

③ وہ جماعت جنکو سوائی تلاوت کے نہ عربیت سے تعارف اور نہ معانی سے واقفیت ہے اب ظاہر ہے کہ اول الذکر جماعت کیلئے نہ کسی محل وقف کی تعیین کی ضرورت ہے اور نہ

کسی علامت وقف کی حاجت بلکہ وہ تو ان دونوں چیزوں سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے بذات خود متعین فرما سکتے ہیں

دوسری جماعت عربیت سے واقفیت کی وجہ سے اگرچہ محل وقف تو خود ہی قائم کر سکتی ہے تاہم اس وجہ غور و فکر حاصل نہ ہونے کی وجہ سے تلاوت کے دوران محل وقف کی تعیین انکے لئے مشکل ہے

اور تیسری جماعت تو عربیت سے ہی ناواقف ہے علماء امت نے ان ہی دو گروہ کیلئے

① وقف کرنے میں محل اوقاف کے مراتب کا لحاظ ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ باوجود وقف تام یا وقف کافی تک سانس پہنچ جانے کے وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کر دیا جائے۔
 فائدہ: - وقف اگر ایسی جگہ کیا ہے جہاں لفظاً و معنیاً تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو اسکو وقف تام کہتے ہیں۔

بیتہ صومہ گذشتہ وضع و صل فرماتے ہوئے متعلق صاحب طلاصہ فرماتے ہیں ولنعلم تلاك الرموز
 لمن لا ووقف له في العربية البتہ دوسرے گروہ کیلئے (جو عربیت سے واقف ہے)
 اگر غلط محل پر وقف کرنے کا اندیشہ نہ رہے تو وہ ان علامات کے علاوہ پر بھی وقف وصل کر سکتا ہے
 محل وقف - وقف کرنے کی جگہ - اسکو جانتا بھی ضروری ہے کہ کہاں وقف صحیح اور کہاں غلط
 اس حکم میں محل وقف کے اقسام اربعہ آتے مراتب، انکی رعایت اور طریقہ رعایت بیان فرماتا ہے
 اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ قاری تلاوت میں اندازہ ایسا رکھے کہ قوی کو ضعیف پر ہمیشہ ترجیح رہے اور
 اسکے برعکس ہونے نہ پائے۔

فائدہ: - ان اقسام وقف کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اولاً وقف کی دو قسمیں
 ہیں، اختیاری ۱۔ پھر اختیاری کی تین قسمیں ہیں تام کافی حسن اور اضطراری ایک ہے۔ قبیح
 ۲۔ کلمہ موقوف علیہ کا اپنے ماں سے لفظاً و معنیاً تعلق ہو گیا یا نہیں ہو گیا یا معنی ہو گا لفظاً
 نہیں ہو گا یا لفظاً ہو گا معنیاً نہیں ہو گا۔ ۳۔ دو قسمیں ہیں

① لفظاً معنی تعلق کے باوجود وقف کرنے سے معنوی فراہمی لازم آئیگی یا نہیں اگر آ رہی ہے
 تو قبیح ہے اور اگر نہیں آ رہی ہے تو حسن ہے

- یقیناً صلیحہ کے ساتھ
- ۲) اور اگر تعلق یا کلمہ نہیں ہے تو وقف تام ہے
- ۳) اور اگر معنی تعلق ہو مگر لفظاً نہ ہو تو وقف کافی ہے
- ۴) اور چوتھی صورت یعنی لفظاً تعلق ہونا اور معنی نہ ہونا اسکا تحقق نہیں ہو سکتا اس وجہ سے

کہ لفظاً تعلق کا ہونا معنی تعلق کو مستلزم ہے۔

تعلق لفظی :- اعرابی و ترکیبی تعلق کو اصطلاح میں لفظی تعلق کہتے ہیں مثلاً موصوف صفت

شرط و جزاء مبتداء خبر مضاف مضاف الیہ وغیرہ جیسا کہ صاحب مدارالہدی نے

چودہ قسم کے ازواج کو بیان فرمایا ہے یا ابن حاجب نے اسکے علاوہ کو بھی بیان فرمایا ہے

تعلق معنوی :- ایک یا ایک سے زائد جماعتوں کا حال بیان ہو رہا ہے جیسے وبالآخرۃ

ہم یوقنوت اولئک الخ مذکورہ دونوں آیتوں میں لفظاً تعلق نہیں ہے مگر

چونکہ دونوں میں مؤنن کا ہی حال بیان کیا گیا ہے لہذا معنوی تعلق باقی ہے اسی طرح

من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها ومن جاء بالمسيئة فلا يجزي

مذکورہ آیت میں گو لفظاً تعلق نہیں ہے مگر چونکہ دونوں جماعتوں کا حال بیان کرنا مقصود

ہے اس اعتبار سے انہیں معنوی تعلق موجود ہے۔

وقف تام :- اب اسکے بعد یہ سمجھیں کہ وقف تام میں دونوں قسم کے تعلق ختم ہونگی وجہ سے

یات مکمل ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اسکو وقف تام کہتے ہیں اسی وجہ سے اسپر وقف

نو تام ہے ہر مگر مابعد سے ابتدا بھی تام ہے اس لئے کہ یہی یات شروع ہو رہی ہے۔

چنانچہ صاحب نہایت القول المفید نے وقف تام کی تعریف اس طرح فرمائی کہ وقف تام وہ

وقف ہے جسپر وقف تو اچھا ہو اور مابعد سے ابتدا بھی ایسی ہو مثلاً اولئک ہم

المفلحون کے اسکو اپنے مابعد سے نہ تو لفظی تعلق ہے اور نہ ہی معنوی تعلق

اور اگر صرف لفظاً تعلق منقطع ہو تو وقف کافی کہیں گے ۷۱
 اور اگر لفظاً تعلق نہ منقطع ہو تو وقف حسن کہیں گے ۷۱

فائدہ :- علماء متقدمین نے اس وقف کی عملی سہولت کے خاطر مخصوص علامت وضع فرمادی ہیں جسکا تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۷۱ اگر صرف لفظاً تعلق منقطع ہو سے یہ معلوم ہوا کہ معنی تعلق منقطع نہ ہو بلکہ باقی ہو لہذا اب تالیف اسطر بھی ہو سکتی ہے کہ جہاں کلمہ موقوف کو اپنے مابعد سے تعلق معنوی ہو لفظی نہ ہو تو وقف کافی ہے لیکن چونکہ کتاب کی تالیف مختصر ہے اسلئے اسی کو یاد کرنے میں سہولت ہے و جبسمیہ :- علامہ اشموونی فرماتے ہیں وسمی کافیا لا کتفاۃ و استخناۃ ع ما بعد و استغناء ما بعد عنہ یعنی کلمہ موقوف علیہ اپنے معنی دینے میں مابعد سے مستغنی اور مابعد اس سے مستغنی ہے یعنی معنی ظاہر کرنے کیلئے خود ہی کافی ہو جاتا ہے لہذا اسکو وقف کافی کہتے ہیں

فائدہ :- اب جہاں تک اس وقف کے حکم کا مسئلہ ہے تو اسکا بیان آ رہا ہے ۷۱ وقف حسن کی تالیف تو سہل ہے البتہ قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ نے وقف حسن کی تالیف میں صرف لفظی تعلق کو باقی رہنے کو فرمایا اور تعلق معنوی کے باقی یا ختم ہونے کے متعلق کچھ نہیں فرمایا جس سے معلوم ہو گیا کہ تعلق لفظی کے باقی رہنے کے ساتھ ساتھ معنوی باقی رہے یا ختم ہو جاتے دونوں ہی کو وقف حسن کہا جائیگا چنانچہ اس باب میں ائمہ فن کے عبارات مختلف ہیں

① علامہ اشموونی متار الہدیٰ صفحہ ۱۶ پر اقسام وقف کی وجہ تصریح فرماتے ہوئے تحریر

بقیہ صفحہ گذشتہ

فرماتے ہیں اولاً یتصل ما بعدہ بما قبلہ معنی ویتصل لفظاً وهو الحسن
مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ما قبل سے معنوی تعلق قائم ہو جائے اور لفظی تعلق باقی رہے۔
وہ وقف حسن ہے

۲) صاحب خلاصۃ البیان تحریر فرماتے ہیں وان تعلق اعراباً فحسن

۳) حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی رائی بھی آپ کے ایک رسالہ معرفۃ الوقوف کی عبارت سے ہی معلوم

ہو سکتی ہے جو حسب ذیل ہے اور وقف حسن میں چونکہ لفظی تعلق ہوتا ہے اگرچہ معنوی نہ ہو

۴) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وقف حسن کے متعلق تحریر فرماتے ہیں وان كان فيه تعلق

لما بعدہ لفظاً ومعنی لانہ یلزم مدح اللفظ تعلق المعنی اسکی وضاحت کرتے

ہوتے قاری اظہار احمد مدظلہ فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تعلق ہوگا تو معنوی بھی ضرور ہوگا کیونکہ

تعلق لفظی معنوی کو مستلزم ہے

۵) علامہ زکشی رحمۃ اللہ علیہ وقف حسن کی تعریف یوں فرماتے ہیں

والحسن هو الذی یحسن الوقوف علیہ ولا یحسن الا بتمت اے بیجا

بعدہ لتعلقہ بہ فی اللفظ والمعنی صاحب تقسیم الوقوف صفحہ ۱۶۵ پر مزید

وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں کلمہ موقوف علیہ کے ما قبل کا ما بعد سے لفظی تعلق پایا

جاتے اور لفظی تعلق کے ہوتے ہوئے معنوی تعلق کا ہونا لازمی ہے لیکن بایں ہمہ مفہوم کلام

فی الجملہ خارج ہو جائے اور فصل و انقطاع کلام سے معنوی قیامت لازم نہ آئے

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات تعلق لفظی بقاء کے ساتھ تعلق معنوی کے

موجود ہونے کو وقف حسن کہتے ہیں۔ اور بعض حضرات تعلق لفظی کے ساتھ ساتھ بقاء تعلق معنوی

کے بھی قائل ہیں جنہیں نظام تضاد معلوم ہوتا ہے ۔

مگر یہاں تعلق معنوی کے ختم ہونے سے مراد بالکل ختم ہونا نہیں ہے اس وجہ سے کہ تعلق لفظی کے بقاء کے ساتھ معنوی کا بالکل ختم ہونا مقصود نہیں ہو سکتا

نیز جو حضرات بقاء تعلق معنوی کے قائل ہیں اس سے بالکل بقاء مراد نہیں ہے ورنہ کلام غیر مفید ہو کر وقف قبیح ہو جائیگا یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات نے وقف حسن و قبیح کے مابین وصف امتیازی کلام کے مفید ہونے نہ ہونے کو ٹھہرایا ہے

لہذا تعلق معنوی کے انقطاع سے مراد یہ ہے کہ انقطاع اس درجہ کا ہو کہ ما قبل ما بعد سے منقطع ہو کر کلام مفید رہے اور بقاء لفظی سے مراد یہ ہے کہ بقاء اس درجہ کا ہو کہ ما بعد سے ابتداء صحیح نہ ہو معلوم ہوا کہ فی الجملہ انقطاع ہے اور فی الجملہ بقاء ہے ۔

چنانچہ فی الجملہ انقطاع کے سبب سے کلام مفید رہتا ہے اور فی الجملہ بقاء کی وجہ سے ما بعد سے ابتداء صحیح نہیں ہوتی ہے لہذا دونوں عبارات میں کوئی تضاد نہیں رہیگا ایسے کسی ثابت نزع لفظی سے زیادہ نہیں ہے ۔

واللہ اعلم ۔

اور اگر باوجود لفظاً و معنی تعلق ہونے کے وقف کرنے میں کسی قسم کی قیادت لازم آئے تو ایسا وقف قبیح ہے۔

۵

جیسے ان اللہ لا یتحییٰ۔ فویل للہ صلیین۔ لا تقریوا الصلوٰۃ۔ بسم
الجمہد۔ وما من الہ۔ وما خلقت الجن والانس مذکورہ اشہد میں موقوف علیہ
کو ما بعد سے لفظاً و معنی دونوں قسم کا تعلق اس طرح کا ہے کہ موقوف علیہ تک جو عبارت پر ہی گئی
اس سے کلام بالکل غیر مفہوم ہو جاتا ہے

یا وقف کرنے کی وجہ سے کلام فقیر اور مگر ملو خداوندی کے خلاف لازم آتا ہے مثلاً ان
اللہ لا یتحییٰ۔ فویل للہ صلیین۔ لا تقریوا الصلوٰۃ مذکورہ دونوں قسم کے وقف
قبیح و نامناسب ہیں یہ الکیات ہے کہ نسبت اول کے دوم زیادہ قبیح ہے جسکو ائمہ فن نے قبیح
اور اقبیح دو قسموں میں تقسیم فرمایا ہے۔ یہ دونوں قسمیں مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت کسی قسم
کی قیادت لازم آئے سے مشکل سکتی ہیں۔

حسن و قبیح کا فرق:۔ ہمیں سے یہی معلوم ہوا کہ وقف حسن و وقف قبیح بقدر تعلق
کے اعتبار سے مساوی ہیں مگر صرف معنوی قیادت لازم آنے نہ آنے کا فرق ہے۔

نوٹ: عموماً مفسد معنی وقف ہی کو وقف قبیح سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ
وقف جو کلام کو غیر فقیر بنا دے گو مفسد معنی نہ ہو وہ بھی وقف قبیح ہے۔

فائدہ:۔ وقف کی مذکورہ اقسام اربعہ سے اقسام ثلاثہ کا تعلق وقف اختیاری کے
ساتھ ہے اور قسم رابعہ وقف قبیح کا تعلق وقف اضطراری کے ساتھ ہے۔

② محل اوقاف کی رعایت سے قرآن شریف پر مہینہ تفہیم معنی و تحسین قرآن کا باعث ہے لہذا جس محل وقف کا جو حکم ہو اسی کے موافق عمل کرنا چاہئے

صیح جگہوں میں وقف اور وصل کرنے سے معنوی وضاحت اور نہ کرنے سے معنوی پیپی گیاں پیش آتی ہیں لہذا اولاً محل وقف کا جانا۔ دوم اسکے احکام سے واقفیت سوم انکی بجا آوری ضروری چکنا چو اس حکم سے مصنف محل اوقاف کے فوائد اسکی ضرورت اور بطور مفہوم مخالف محل اوقاف سے بے اعتنائی کے عوض ہونے والے فسادات کو بیان فرما کر اسکی طرف توجہ دلائی اور اسکی ضرورت کو سمجھایا اس سلسلہ میں صاحب نہایتہ القول المقتد امام ابوالقاسم الہذلی کا قول نقل فرماتا ہے

الوقف حلۃ التلاوة و زینة القاری و بلاغ التالی و فہم المستمع و
 یعرف القرئی
 فخر العالم و بہ بین المعینین المختلفین و النقیضین المتنافیین و

الحکومین المتغایرین نیز ہمساکہ مشہور ہے الوقف من حسن القرأت

فائدہ :- حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت پر غور کرنے سے یہ بات کھلتی ہے کہ محل

اوقاف کی رعایت عربی داں و غیر عربی داں دونوں کیسے ضروری ہے اسلئے کہ یہ تفہیم معنی کے علاوہ تحسین قرآن کا بھی باعث ہے جسکا غیر عربی داں بھی مکلف ہے لہذا اسکی طرف بطور خاص توجہ دینے والے کی ضرورت ہے

سوال :- البتہ اس پر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ غیر عربی داں محل اوقاف کی رعایت کیسے کر سکتا ہے ؟

اسکا جواب یہ ہے کہ علامہ سبھا زندی نے محل اوقاف کی رعایت سے علامات وقف وصل وضع فرمائی ہیں جنکی

رعایت کرنے سے ایک غیر عربی داں بھی تحسین قرآن کے مقصد کو حاصل کر سکتا ہے۔ فجزا لا اللہ تعالیٰ

عنا وعن جمیع المسلمین لحسن الجزاء آمین

تنبیہ :- محل اوقاف کی رعایت کا تعلق درایت سے ہے جو ایک مشکل کام تھا مگر علامت وقف وصل

۳) وقف میں توقف اور تاخیر صرف اس قدر ہونی چاہئے کہ سانس باسانی لی جاسکے اسکے خلاف جائز نہیں ہے۔

۴) اگر کسی شخص کی سانس پھولتی ہو تو حسب ضرورت وقف میں تاخیر کی جاسکتی ہے تاکہ قرآن اطمینان کے ساتھ ادا ہو لیکن بوجہ تاخیر مزید اسکو وقف نہ کہیں گے بلکہ یہ سکوت ہوگا جبکہ پڑھنے کا ارادہ ہو۔

وضع فرما کر علامہ سجاوندی نے اسکو بہت ہی آسان کر دیا ہے۔ پھر بھی اسکی رعایت نہ کرنا غفلت لاپرواہی ہے۔ محل وقف پر وقف کرنے کے بعد اسقدر ٹھہرنا کہ حسب عادت سانس باسانی لی جاسکے وقف پھلانگ کا اور زائد از عادت تاخیر کرنا وقف نہ ہوگا بلکہ سکوت ہوگا یا قطع

فائدہ: چونکہ وقف و سکوت کی تاخیر معین للتلاوة ہے لہذا یاد وجود عدم قرأت کے حکماً قرأت ہے جسکی وجہ سے اول اس توقف کے بعد جدید استعاذہ کی ضرورت نہیں پھر یاد جو قرأت سے خوشی کے باعث اجر و ثواب ہے برخلاف قطع کے اسکی تاخیر مانع قرأت ہوگی وجہ سے منقطع ثواب ہے۔ سانس پھولتی ہو اگر کسی تالی کی تلاوت کے دوران سانس پھولتی ہو تو اسکو ضرورت کی وجہ سے یہ اجازت ہے کہ وہ وقف کے بعد عام عادت سے زیادہ توقف کرے اور باسانی سانس لے کر اطمینان سے آگے تلاوت کرے اور یہ تاخیر مزید وقف ہی ہے۔

”جبکہ آگے پڑھنے کا ارادہ ہو“ بظاہر اس قید کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی کیونکہ تاخیر مزید کا تحقق اسی وقت ہوگا جبکہ آگے پڑھنے کا ارادہ ہو ورنہ قطع میں تاخیر مزید کا کیا سوال؟ لیکن چونکہ یہ سکوت ہے اور سکوت قطع کا بیان اب تک آیا نہیں ہے لہذا اس قید کا اضافہ فرمایا۔

- ⑤ پڑھتے پڑھتے سانس تنگ ہونے لگے تو پہلے سے اسکا خیال رکھے کہ درمیان کلام یا وسط کلمہ پر وقف نہ ہونے پاتے ورنہ وقف غلط ہوگا۔^۹
- ⑥ وقف اختیاری کیلئے محل وقف ضروری ہے خواہ علامت وقف ہو یا نہ ہو۔^ع

^ع اس حکم کا تعلق وقف اضطراری سے ہے اور چونکہ وقف اضطراری میں قاری و تالی غیر مختار

ہوتا ہے نتیجتاً وسط کلام یا وسط کلمہ میں وقف ہو جاتا ہے اب جہاں تک مسئلہ وسط کلام میں وقف کرنا ہے تو بوجہ اضطرار تالیغ نہیں لیکن وسط کلمہ میں وقف کرنے سے کلمہ مہمل (بے معنی) ہو جاتا ہے اس وجہ سے مصنف نے قبل ازاں اضطرار سوچ لینے کو فرمایا تاکہ آگے پڑھنے سے درمیان کلمہ میں وقف ہو کر کلمہ مہمل نہ ہو جائے البتہ کلمہ کے مہمل ہو جانے کے باوجود بھی قاری اضطراری وجہ سے گھٹکار نہ ہوگا

تنبیہ :- اسکی نوبت قاری کے حرص فی التلاوة فی نفسی و احدہ کی صورت میں آتی ہے

کہ قاری کو سانس میں وسعت ہو یا نہ ہو وہ کثرت تلاوة کے پیش نظر علامات وقف کو ترک کرتا ہوا پڑھتا چلا جاتا ہے اور نہیں سوچتا ہے کہ تنگی سانس کی صورت میں حقوقی وقف کیسے ادا ہونگے جسکی وجہ سے وسط کلام یا وسط کلمہ میں وقف ہو جاتا ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

^ع مطلب اس حکم کا یہ ہے کہ وقف اختیاری کیلئے محل وقف ضروری ہے خواہ محل وقف قوی

ہو یا ضعیف نیز علامات وقف ہو یا نہ ہو چونکہ اولاً وقف دو قسم پر ہے اختیاری۔ اضطراری جن میں اصل تو وقف اختیاری ہی ہے رہا وقف اضطراری تو یہ ایک عارضی و ضروری چیز ہے نیز محل وقف میں نام کافی اصل ہے البتہ حسن بھی محل وقف بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس سے یہ مفہوم ہوا کہ نام کافی حسن یہ محل وقف ہیں اور قلیح محل وقف نہیں ہے بلکہ محل

و اصل ہے اب مصنف نے اس حکم کا مطلب یہ ہوا کہ وقف اختیاری کیلئے نام کافی حسن ہونا ضروری

④ وقف اضطراری جمیع احکام میں مثل وقف اختیاری کے ہے لہذا
حتی الامکان وقف اضطراری میں احکام وقف کی رعایت کرنا
چاہئے۔

البتہ نام کافی ہو تو زیادہ مناسب ہے) خواہ علامت وقف ہو یا نہ ہو تاکہ وقف قبیح کا
ارتکاب لازم نہ آئے لیکن یہ چیز معانی میں غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرنے پر موقوف ہے
مثلاً الحمد للہ پر عمل تو حسن ہے لیکن علامت وقف نہیں ہے اور من قبلک پر
عمل بھی حسن ہے اور علامت وقف بھی ہے۔

اس حکم کے مفہوم میں عموماً طلبہ پریشانی محسوس کرتے ہیں متن کا جملہ وقف اضطراری
جمیع احکام میں مثل وقف اختیاری کے ہے مفہوم اسکا یہ ہے کہ جن احکام وقف کا اجرا وقف
اختیاری میں ضروری ہے انکو وقف اضطراری میں بھی جاری کرنا چاہئے گویا اجراء احکام وقف میں
دونوں مشترک ہیں مثلاً متحرک کو ساکن کرنا۔ زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا گولہ کو ہا ساکنہ
سے بدلنا درمیان کلمہ میں وقف نہ کرنا وہ احکام جو موقوف علی الوصل ہیں انکو وقف میں نہ ادا
کرنا وغیرہ جسکی تفصیل سبق ۵ میں گذر چکی ہے ان احکام کو وقف اضطراری میں بھی جاری
کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اسلئے کہ کوشش تو اختیاری ہے۔ البتہ اسمیں چونکہ قاری مجبور
ہوتا ہے اسلئے کوشش کرنے کے باوجود اگر احکام وقف سے کسی کا خلاف لازم آئے تو معذوری
میں شمار ہو کر معاف ہوگا۔

نوٹ:۔ اسمیں بالخصوص وسط کلمہ میں وقف ہو جانے سے احتراز کرنا چاہئے کہ
اسمیں قیامت اور زیادہ ہے۔

۸) وقف تام یا اقتضائے ختم کلام وقف ضروری ہے اسلئے کہ وقف کلام کے

تمام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔^{۱۱}

۹) وقف کافی پر وقف بہتر ہے اسلئے کہ تعلق لفظی کا نہ ہونا ہی وقف کیلئے

اصل محل ہے اس وجہ سے وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد

اعادہ جائز نہیں ہے۔^{۱۲}

^{۱۲} مطلقاً گفتگو و کلام کرنے میں دستور یہ ہے کہ جہاں بات ختم ہو جائے محکم وقف کر دینا ہے

اور اسکے وقف و توقف سے مخاطب سمجھ لیتا ہے کہ بات ختم ہو گئی اور اگر کلام وصول رہے تو مخاطب

اس سے کلام کے عدم انقطاع کا اندازہ لگاتا ہے جب عام کلاموں کا یہ حال ہے تو کتاب اللہ بھی

مخبرہ کلام کے کلام ہے بلکہ اسکی نسبت کلام اللہ ہونیکی ہے لہذا اسکی تلاوت کرتے ہوئے بھی اس

بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کلام کے اختتام پر وقف کر دیا جاتے ورنہ سامع کو کلام کے عدم

انقطاع کا یہاں ہوگا اسی کو مصنف فرما رہے ہیں کہ چونکہ وقف کلام کے تمام ہونے پر دلالت

کرتا ہے لہذا وقف تام پر کلام کے تمام ہونیکی وجہ سے وقف کرنا ضروری ہے۔

^{۱۳} وقف کافی کی تالیف دوبارہ ملاحظہ ہو

چونکہ وقف تام کا درجہ وقف کافی سے بڑھا ہوا ہے لہذا حکم بھی تام میں وقف ضروری

اور کافی میں بہتر ہے ضروری نہیں مصنف یہاں وقف کافی پر وقف بہتر ہونیکی علت بیان فرماتے

ہیں کہ تعلق لفظی کا نہ ہونا ہی وقف کیلئے اصل محل ہے اور وقف کافی میں تعلق لفظی ختم ہوتا ہے

لہذا وقف بہتر ہے اب صرف سوال یہ ہے کہ وقف کیلئے تعلق لفظی کے نہ ہونے کو کیوں اصل کیا؟

تو جواب اسکا یہ ہے کہ امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب وقف وابتداء کے باب میں آپکی دونوں

① وقف حسن پر وقف جائز ہے اسلئے کہ اسپر وقف کرنے سے کوئی قیامت نہیں لازم آتی البتہ وقف اختیاری بہتر نہیں ہے۔^{۱۳}

بقیہ صفحہ گذشتہ

روایتوں کو جمع کرنے کے بعد حسن وقف و حسن ابتداء کا ہے۔

اور جب کلمہ موقوف علیہ کو اپنے مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو تو اسپر رد کرنا تعلق لفظی

کے نہ ہونے کی وجہ سے حسن وقف کا سبب ہے اور چونکہ تعلق لفظی ختم ہو گیا ہوتا ہے اسلئے لفظی

اعتبار سے مابعد اپنے ماقبل سے مستغنی ہوتا ہے اور استفادہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کلام

ختم ہوا اور اسکی مراد واضح ہو گئی ہو۔ اس طرح مابعد بھی اپنے معنی دینے میں ماقبل کا محتاج نہ ہو

لہذا مابعد سے ابتداء بھی حسن ہے۔ تو چونکہ تعلق لفظی نہ ہونے سے وقف و ابتداء دونوں حسن

ہوتے ہیں جو مطلب ہے نیز چونکہ تعلق معنوی کافی دور تک رہتا ہے جسکے ختم تک بلا وقف پورا مشکل

بر خلاف تعلق لفظی کے کہ مجموعاً اتنا دراز نہ نہیں ہوتا لہذا اسکا اہتمام ممکن ہے اسلئے تعلق لفظی کے

نہ ہونے کو وقف کیسے اصل قرار دیا اسپر شاہد یہ ہے کہ تعلق لفظی کا نہ ہونا یہ وقف کافی ہے

اور وقف کافی کی تالیف میں علامہ اشموغی، صاحب نہایہ، علامہ بدال دین زکریا وغیرہ کی رائے یہ

ہے کہ فی حسن الوقف علیہ وابتداء ایضا بدیابعد

^{۱۳} تقاضہ وقف یہ ہے کہ تعلق لفظی نہ ہو جیسا کہ تمام کافی میں گذرا اور وقف حسن میں لفظی و

معنوی دونوں باقی ہوتے ہیں اسلئے یہ قل وقف کا تقاضہ نہیں کرتا ہاں بوقت ضرورت وقف

کرنے کی اجازت ہے اسلئے کہ وقف کرنے پر کلام کے مفید ہونے کی وجہ سے کسی طرح کی کوئی

خرابی پیش نہیں آتی اس سے خود یہ معلوم ہو گیا کہ اسپر قیاداً وقف مناسب نہیں ہے اور وقف اختیار

عل حسن میں غیر مختار ہے جس سے یہ معلوم نہیں آیا کہ قیادت کا نہ ہونا وقف کیسے وجہ جواز ہے۔

۱۱) وقف قلیح پر وقف اختیاری جائز نہیں اسلئے کہ اسپر وقف کرنے سے قیامت لازم آتی ہے

بقیہ صفحہ گذشتہ

فائدہ:- مزید یاد رہے کہ وقف حسن کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ جو آیت پر ہو جیسے العالمین دوم جو درمیان آیت پر ہو جیسے الحمد للہ ان دونوں میں جہاں تک وقف کا مسئلہ ہے تو اسکی وضاحت اور پہرہ گوئی کہ بوقت ضرورت ہو سکتا ہے لیکن اگر ضرورت کے تحت کیا گیا تو اب آگے قیامت کرنے کیسے کیا حکم ہے؟ ابتداء ہوگی یا اعادہ؟

ہوگی: وقف حسن میں وقف کرنے کے بعد اعادہ ضروری ہے لہذا درمیان آیت میں محل حسن پر وقف کرنے کے بعد ابتداء نہ ہوگی اعادہ ہوگا لیکن وہ وقف حسن جو آیت پر ہو اسکا حکم یہ ہے کہ آیت پر وقف کے بعد اعادہ کرنا خلاف سنت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت پر وقف فرما کر ما بعد سے ابتداء فرمایا ہے ہذا سنت کی مخالفت کی وجہ سے باوجود وقف حسن کے اعادہ جائز نہیں ہے بلکہ ابتداء ہوگی۔ اس سے بھی مفہوم ہوا کہ وقف حسن کا حکم تو وقف کرنے کے بعد اعادہ کا ہی ہے لیکن یہ ابتداء کا ضروری ہونا ایک عارض کی وجہ سے ہے جسکو علامہ جزیری نے اپنے مقدمہ میں اس طرح بیان فرمایا

ولفظا فامنعون - لا یجوز من الای جو ز قال حسن

ظاہر یہ ہے کہ جس وقف سے قرآن کریم کے معانی میں قیامت آتی ہو اس وقف کو کیسے جائز کیا جاسکتا ہے البتہ اختیاری کی قید سے یہ نکلا کہ اضطرار اسپر وقف کی گنجائش ہے لیکن پھر وقف کرنے کے بعد (خواہ اختیار ہو یا اضطراراً) اعادہ ضروری ہے ورنہ معنوی قیامت لازم آتی ہے۔

فائدہ:- ① قیامت کا ایک معنی تو یہ ہے کہ فساد معنی کا وہم ہو دیگر یہ کہ معنی فاسد تو نہ ہو مگر اذنی وندی کے علاوہ کوئی معنی بن جائے دونوں ہی قلیح ہیں البتہ اول ثانی کی نسبت زیادہ قلیح ہے یہی وہ ہے جسکا اثر معنوی قلیح کے آگے قلیح کا بھی ایک درجہ مقرر فرمایا، گو عموماً معنوی فساد ہی کو قلیح تصور کیا جاتا ہے

- ⑫ وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد ابتداء کرنا چاہئے ^{۱۳}
- ⑬ وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کرنے کے بعد اعادہ کرنا چاہئے نہیں ابتداء جائز نہیں ^{۱۴}

② نیز اور فور کرنے کے یہی سمجھ میں آئیگا کہ محل قبیح میں اختیاراً وقف کرنے میں دو قباحتوں کا ارتکاب ہے اول معنوی قباحت کا پیدا ہونا دوم محل قبیح قصداً و اختیاراً وقف کرنا جو اور زیادہ قبیح ہے اور اضطراراً محل قبیح پر وقف کرنے میں ارتکاب قبیح ضروری مگر بوجہ اضطرار اسکی قباحت میں تخفیف ہو جائیگی اور وہ اعادہ زائل ہو جائیگی برخلاف اختیاری قباحت کے بذریعہ اعادہ معنوی قباحت تو زائل ہو جائیگی مگر قصداً و اختیاراً وقف کرنے کی قباحت کیسے زائل ہوگی؟

^{۱۴} وقف تام کے بعد ابتداء کی وجہ یہ ہے کہ تام میں کلام تمام ہو گیا ہوتا ہے اور اعادہ کی ضرورت اسوقت ہوتی ہے جبکہ کلام ناقص لہذا وقف تام کے بعد ہمیشہ ابتداء ہوتی ہے کیونکہ تعلق لفظی کا نہ ہونا وقف کیلئے اصل لہذا وقف کا متقاضی ہے اور بعد وقف جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ماقبل سے تعلق لفظی نہ ہونے کی وجہ سے اعادہ کی ضرورت نہ رہیگی

^{۱۵} اسکی پوری تفصیل حکم نمبر ۱ کے تحت بیان ہو چکی البتہ بعد وقف کے اعادہ کا حکم کیوں آتا ہے حکم نمبر ۱۲ میں مذکور ہوا کہ تعلق لفظی کا باقی رہنا و بعد اعادہ ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ وقف حسن میں بعد کا جملہ اپنے معنی دینے میں ماقبل کا محتاج ہوتا ہے اب اگر وقف کے بعد ابتداء کی جائے تو بعد کا جملہ ماقبل سے منقطع ہو کر اپنے معنی دے سکے گا لہذا اعادہ ضروری قرار پایا کہ وہ بذریعہ اعادہ اپنے ماقبل سے منقطع ہو کر اپنے معنی دے سکے وقف قبیح میں چونکہ بوجہ وقف معنوی قباحت ہوتی ہے لہذا بذریعہ اعادہ وہ قباحت ختم ہو جاتی ہے۔

تنبیہ :- وقف نام یا وقف کافی کے مواقع جو نہیں سمجھ سکتے انکو چاہئے کہ

آیات یا علامات و وقف پر بوقت ضرورت وقف کریں^{۱۸}

(۱۲) موضع سکتے پر وقف جائز نہیں البتہ جس علامت و وقف پر سکتے مرسوم ہے وہاں

وقف بھی جائز ہے اگرچہ سکتے واجب ہی کیوں نہ ہو^{۱۹}

^{۱۸} چونکہ ایک تک کی بحث معانی سے واقف حضرات سے متعلق تھی اب مصنف فرماتے ہیں کہ جو حضرات معانی سے

تلاوقف ہوں انکو چاہئے کہ آیات یعنی گول دائرے ○ پر یا علامات و وقف پر وقف کریں اور علامات وصل
پر وقف نہ کریں باقی علامات و وقف کیا ہیں اور علامات وصل کیا ہیں اسکا بیان آئندہ سبق میں آئیگا۔

^{۱۹} چونکہ سکتے موقوف علی الوصل ہے یعنی اسکا ادا ہونا حالت وصل ہی میں ممکن ہے اور وقف سبب ہے

فصل کا لہذا موضع (محل) سکتے میں وقف کرنے سے سکتے ادا نہیں ہو سکتا یعنی بوجہ وقف سکتے چھوٹ جائیگا

مثلاً قبیل من سکتے واقف میں من پر وقف کر دینے کی وجہ سے اب سکتے ادا نہ ہو سکیگا کیوں کہ وقف کی وجہ

آواز کے ساتھ سانس بھی بند ہوگئی اور سکتے کیلئے سانس کا جاری رہنا ضروری تھا لہذا موضع سکتے میں وقف

جائز نہیں بلکہ وصل ضروری آواز نہ سکتے واجب کا ترک لازم آئیگا البتہ من مرقدا نام سکتے لہذا اوسوجا سکتے

میں جس جگہ سکتے ہے وہی محل وقف بھی ہے اس وجہ سے اس پر سکتے واجب ہونیکے باوجود وقف کرنا بھی جائز ہے

بلکہ سکتے وصل واجب ہونکی وجہ سے بوجہ وقف اسکا وجوب بھی ساقط ہو جائیگا یعنی مرقدا، سوجا

پر وقف کر دینے سے سکتے واجب ہی نہ رہیگا۔

فائدہ :- روایت حضرت نہیں چار جگہ سکتے واجب ہے جن میں دو جگہ سکتے و علامت دونوں مع ہیں تو انہر

سکتے یا وقف دونوں جائز اور میں دو جگہوں میں صرف سکتے، ان پر وقف جائز نہیں صرف سکتے ہے

تھی، من مرقدا لہذا پر وقف و سکتے سے متعلق مزید تفصیل سکتے کے بیان میں آ رہی ہے۔

۱۵) حروف مقطعات پر وقف جائز نہیں اگر اضطراراً وقف ہو جائے تو پھر سے ابتداء کرنا چاہئے۔ البتہ حروف مقطعات پر وقف جائز ہے جیسے کہ یہ بعض وغیرہ۔

تنبیہ:۔ بلا ضرورت وقف کرنا یا وقف میں بلا وجہ تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔

حروف مقطعات پر یعنی حروف مقطعات کے درمیان میں مثلاً کہ یہ بعض میں کاف ہا، یا، عین میں سے کسی پر وقف جائز نہیں کیونکہ مقطعات کا مجموعہ کلمہ واحد کے حکم میں ہے اس لئے اس طرح کا وقف درمیان کلمہ پر وقف کرنے کے مترادف ہے نیز رسم کے بھی خلاف ہے جو جائز نہیں لہذا وقف صاد پر ہونا چاہئے

ظاہر ہے کہ یہ حکم وقف اختیاری کے ساتھ خاص ہے لہذا اگر اضطراراً درمیان میں وقف ہو جائے تو اب اعادہ کر کے پورے کلمہ کو ایک سانس میں پڑھے درمیان سے اعادہ کرنا بھی درمیان کلمہ سے ابتداء و اعادہ کے مترادف ہے مثلاً عین پر وقف کرنے کے بعد ہا یا یا سے اعادہ کرنا صحیح نہیں ہے اسی کو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”پھر سے ابتداء کرنا چاہئے“

عنا کیوں کہ ایسا کہنا خلاف ادب ہے۔



ساتواں سبق

علامت و وقف و علامت وصل کے احکام

○ یہ علامت آیت پوری ہونے کی ہے اسی وجہ سے اس علامت ہی کو

آیت کہتے ہیں آیت پٹھیرنا مستحب ہے جبکہ علامت وقف کے بعد واقع ہوا اور اگر کسی جگہ آیت کا ظاہر کرنا ہی مقصود ہو تو ایسی صورت میں وقف کرنا ضروری ہوگا

تالی وقاری قرآن کو تقاضہ بشری کے تحت تلاوت کے دوران وقف، وصل و ابتداء کی ضرورت لابدی ہے لہذا قاری قرآن کو ان کے قیل سے واقفیت ضروری ہے تاکہ مذکورہ امور ثلاثہ کی صحت سے معنوی وضاحت کے علاوہ تلاوت کا حسن بھی برقرار رہے نیز معنی غیر مراد کا توہم نہ ہو جو کہ آداب تلاوت کے خلاف ہے۔

اب چونکہ قارئین قرآن میں اکثریت ان لوگوں کی ہے کہ جو مذکورہ امور کی رعایت بذات خود نہیں کر سکتے ہیں لہذا وہ ان علامات وقف و وصل کے محتاج رہتے ہیں۔ جس طے یہ سمجھ میں آیا کہ بیان بڑی اہمیت کا حامل ہے جس میں ان علامتوں کی حقیقت اور ان کا حکم بیان فرمایا گیا ہے تاکہ عمل میں سہولت رہے حسن وقف و حسن ابتداء کیلئے کم از کم ان علامتوں کی پابندی ضروری ہے گول دائرہ آیت کی تکمیل کو بتلاتا ہے جس سے اجمالاً یہ سمجھ میں آیا کہ یہ بذات خود نہ تو علامت وقف ہے اور نہ ہی علامت وصل جس کو اسی جگہ خوب سمجھ لینا چاہئے۔

آیت کے لغوی معنی جماعت یا علامت کے ہیں جس کو اصطلاحی معنی سے مناسبت یہ تھیکہ اگر آیت جماعت کے معنی میں ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آیت حروف قرآنی کی اتنی تعداد اور ایسی جماعت (مجموعہ کا نام ہے جس سے کلام کا مقصد سمجھ میں آجاتا، اور ما قبل و ما بعد کو ملانے کی ضرورت پیش نہیں آتی)

اور اگر آیت علامت کے معنی میں ہے تو چونکہ سورۃ کے ایک حصہ کے قتم کو بتلانیکی یہ آیت علامت ہوتی ہے لہذا اسکو آیت کہتے ہیں (کاشف العشرع ناظرہ الزھر صفحہ ۹۰ ملخصاً)

نیز آیت حرف قرآنی کا ایک مجموعہ ہے جسکا اول بھی ہو اور آخر بھی ہو اور وہ کلام کے ایک جز کے

اقتتام کی علامت بھی ہے اور گول دائرہ آیت کے اسی مفہوم کو یاد کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر

چونکہ حکم میں بنسبت گول دائرہ کے آیت سہل و سربیع ہے لہذا بجائے گول دائرہ کے آیت کہہ جایا جائے گا

حکم :- چونکہ گول دائرہ کے وقوع کی حیثیت مختلف ہیں لہذا احکام مختلف ہونا ایک بدیہی

امر ہے اسی وجہ سے اسکے حکم کی بحث بڑی طویل ہے حکم سے قبل اسکی حقیقت سے واقفیت ضروری ہے

چنانچہ گول دائرہ کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے صاحب نہایہ علامہ جعبری اور حافظ عسقلانی

کے حوالہ سے اور ملا علی قاری علامہ سیماوندی سے تحریر فرماتے ہیں کہ گول دائرہ کی غرض آیت کے

سروں (فواصل) کی تعلیم ہے اور ان پر وقف کی گنجائش کو بتلانا پھر اگرچہ قرآن کرم میں سبع

مقصود نہیں تاہم ضرورت کے تحت اسکی نشاندہی ان گول دائرہ سے فرمائی

جس سے معلوم ہوا کہ گول دائرے بذات خود نہ تو علامت وقف ہیں اور نہ ہی علامت وصل

جسپر دلیل یہ ہے کہ اگر گول دائرے علامت وقف اور محل وقف بتلانے کی سہل ہوتے تو فوہول

للصلیین ۱۱ پر گول دائرہ کا کیا مطلب! نیز اگر گول دائرے بذات خود علامت وقف

و علامت وصل ہوتے تو اترہن کو ان پر علامت وقف وصل وضع کرنے کی کیا ضرورت؟

اس تقریر سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے وقف وصل کے باہم اسکی ذاتی کوئی

حیثیت نہیں :-

حکم :- لہذا اب حکم کی وضاحت اصولی و جمالی طور پر یہ ہوگی کہ اگر گول دائرے محل تا

یا محل کاتی میں ہیں تو ان پر وقف بالاتفاق اولیٰ ہے اور اگر گول دائرے ان دو مقلما کے علاوہ

محل حسن و قبح میں ہیں تو ان پر وقف کے باب میں دو جہتیں ہیں

- ① جماعت اول کا خیال یہ ہے کہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ مَرَّ بِمَنْشَرٍ فَارْتَدَّ عَنْهُ" صحیح صحیح بلکہ اگر اتباع منشا ہو تو سنت منشا نہ ہو تو تعلق لفظی و معنوی کی رعایت سے وقف ہوگا اور حدیث ام سلمہ کے خلاف بھی نہیں ہے کیونکہ اول تو اس روایت کے الفاظ میں بڑا اختلاف ہے نیز روایات صحیحہ متواترہ سے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان گول دائروں پر وصل کرنا ثابت ہے نیز اگر گول دائروں پر وقف کا منشا محل وقف کی تعلیم ہوتا تو فویل للمصلین اور والضحیٰ جیسی مثالوں میں گول دائرہ کبھی نہ ہوتا۔

جس سے معلوم ہوا کہ ان پر تعلق لفظی و معنوی کی رعایت کے ساتھ وقف وصل کر سکتے ہیں چنانچہ ہمارے مصنف گول دائرہ کا حکم فرماتے ہیں - ①۔ اگر گول دائرہ علامت وقف کے بعد واقع ہو یعنی گول دائرہ کے ما قبل قریب میں کوئی علامت وقف ہو مثلاً وعند لا علم الساعة والیہ ترجعون ○ تو چنانچہ علامت وقف کے گول دائرے پر وقف کرنا مستحب کیونکہ الساعة محل حسن ہے اور ترجعون محل کافی ہے۔ ② نیز مصنف معرفۃ الوقوف میں فرماتے ہیں اور اگر ما بعد قریب میں کوئی علامت وقف واقع ہو لعلکم تتفكرون فی الدنیا والآخرۃ ط یوم تاتی السماء بدخان مبین یخشی الناس لہ تو علامت وقف پر وقف کرنا بہتر ہے۔

③ اور اگر خود گول دائرے پر علامت وقف یا علامت وصل ہو تو لحاظ علامت وقف کرنا

چاہئے

④ جب ایک ہی گول دائرے پر مختلف علامات جمع ہو جائیں تو انہیں قوت وضعف کے اعتبار سے وقف ہوگا۔

نوٹ :- علامات وقف و وصل نیز علامات وقف میں قوت وضعف کا بیان آئندہ آ رہا ہے

⑤ اور اگر گول دائرے پر کوئی بھی علامت نہ ہو تو حسب ضرورت وقف کیا جائیگا۔

تنبیہ :- گول دائرے کی مذکورہ حیثیات اور ان کے احکام اس وقت ہیں جبکہ ان پر وقف کو بنیت سنت نہ ہو اور اگر بنیت سنت کی ہو تو مطلقاً وقف کرنا صحیح ہے۔

② - یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے کہ گول دائرے پر علامات وقف ہو یا علامات وصل لیکن اسپر وقف کرنے کے بعد ہمیشہ ابتدا ہوگی (ما بعد سے پڑھا جائیگا) اعادہ یا ککل جائز نہیں کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔

۵ یہ علامت آیت مختلف فیہ ہونے کی ہے لہذا اس جگہ آیت سمجھ کر وقف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یہ جو مشہور ہے کہ امام عاصم کے نزدیک یہاں آیت نہیں ہے اسکی کوئی اصلیت نہیں کیونکہ قرآن سبعہ کو اختلافات آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۳ جس آیت ہونے نہ ہونے کے باب میں اختلاف ہوتا ہے وہاں ہنمبر کی علامت ہوتی ہے جو یہ بتلاتی ہے کہ اس جگہ آیت کا ہونا ائمہ کرام کے مابین مختلف فیہ ہے۔

دراصل آیتوں کا شمار یہ ایک مستقل فن ہے (جس سے ہندوستان میں تقویٰ غفلت ہے) (جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا پھر اسکے بعد کرنے والے نے اس مبارک فن کی طرف توجہ کو سعادت سمجھا اور اسپر مستقل تصانیف کے ذریعہ لوگوں کو اس سے واقف کرانے کی سعی فرماتے رہے) جس میں اس سے بحث ہوتی ہے کہ آیتوں کے شمار کتنے ہیں؟ اور کس صورت کی کس شمار میں کتنی آیتیں ہیں؟ کتنی آیتوں کے متعلق شمار متفق ہیں؟ اور اختلافی آیت کتنی؟ پھر انکے ائمہ کون؟ اس اعتبار سے یہاں بقدر ضرورت بات یہ تھی کہ قرآن کریم میں وہ آیت جنکا آیت ہونے پر سارے شماروں کا اتفاق ہے وہ چھ ہزار نوے ہیں اور وہ جنکو بعض نے آیت شمار کی اور بعض نے نہیں ایسی آیات دو سو تہتر ہیں

جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں کچھ آیات وہ ہیں جنکے باب میں اختلاف ہے مثلاً مدین ائمہ کرام نے انکی اس اختلافی جہشیت سے لوگوں کو واقف کرانے کیلئے ہنمبر کو بطور رمز مقرر فرمایا۔

اس پوری تمہید سے سمجھ میں آیا کہ اس ہنمبر کا مقصد کوئی محل وقف و محل وصل

بقیہ صفحہ گذشتہ

بتلانا نہیں ہے نیز سبھی معلوم ہوا کہ بعض کے نزدیک یہ آیت ہے اور بعض کے نزدیک نہیں جس سے مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت "اس جگہ آیت سمجھ کر" الخ کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی کہ جن لوگوں نے اسکو آیت قرار دیا ہے اسکے مسلک پر اس جگہ وقف کرنا صحیح اور جن لوگوں نے اسکو آیت نہیں قرار دیا اسکے مسلک پر وقف نہ کریں گے۔

"یہ جو مشہور ہے کہ امام عاصم الخ تو چونکہ آیتوں کا شمار مستقل ایک فن ہے اور اسکے ناقلین مستقل ہیں چنانچہ کوئی شمار کے ناقلین امام ہنزہ اور حضرت سفیان ہیں جو اسکو ایک واسطہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس فن کے ناقل امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہیں جسکو مصنف علیہ الرحمہ اس عبارت میں فرما رہے ہیں کہ لہذا ایسا سمجھنا غلط ہے البتہ ممکن ہے یہ مقالہ اسلئے ہوا ہو کہ امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کوئی ہیں اور شماروں میں ایک شمار بھی کوئی ہے مگر اس شمار کے ائمہ مستقل ہیں اب جو لوگ ان ائمہ شمار سے واقف نہیں انہوں نے کوئی دیکھ کر نسبت اس شمار کی امام عاصم کی جانب کر دی ہیں

خلاصہ:- یہ علامت وقف ہے اور نہ علامت وصل اور اس فن کے مشہور

ناقلین میں امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہے لہذا انکی طرف نسبت کر کے یہ کہنا کہ انکے نزدیک یہاں آیت نہیں ہے یہ غلط ہے۔

۲ یہ وقف لازم کی علامت ہے اس پر باقتضایہ ختم کلام وقف کرنا لازم ہے تاکہ وصل کرنے سے کسی قسم کی قباحت لازم نہ آئے اسی وجہ سے اسکو وقف لازم سمجھتے ہیں۔

عکس یہاں پر علامہ ابو جعفر محمد بن طیفور السجاولیؒ کی وضع کردہ علامتا کا بیان ہے یہ وقف لازم کا مخلص ہے اس سے میم کو لیکر لفظ لازم کیلئے بطور مقرر و علامت مقرر فرمایا۔

فائدہ: اسکو سمجھنے سے پہلے یہ جاننا مفید ہوگا کہ عام گفتگو نیز تمام زبانوں کا حال یہ ہے جیکہ جہاں باقی ہو وقف کیا جاتا ہے اور بات جاری ہو تو وصل کیا جاتا ہے لہذا ماحول ہی یہ ہو گیا ہے کہ وقف کرنے سے معنوی انقطاع اور وصل کرنے سے معنوی تعلق کا باقی ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

تنبیہ:۔ اس لازم کا معنی فروری ہے مگر یاد رہے کہ یہ لزوم و جوہش غری نہیں بلکہ عرفی و اصطلاحی ہے لہذا اس پر وقف نہ کرنے سے شرعاً کٹھنہ کار نہ ہوگا بلکہ اسکے معنی یہ ہے جیکہ آئمہ وقف کے نزدیک اس پر وقف فروری ہے کیونکہ وقف نہ کرنے سے معنی غیر لزوم کا توہم ہوتا ہے جسکو علامہ جزیریؒ نے فرمایا۔

ولیس فی القرآن من وقف وجب - لیکن بالقصد اسکے خلاف کرنا جائز نہیں

اس علامت کو علامہ سجاولیؒ نے ایسی جگہ مقرر فرمایا جہاں کلام تام ہو گیا ہو اور وصل کرنے

سے معنی غیر لزوم کا امکان ہو جسکو ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں جہاں وصل سے معنوی قطع ہوتا ہے جو کہ بیع ہے اس قباحت سے بچانے کیلئے علامہ سجاولیؒ نے میم کار مقرر فرمایا تاکہ قطع ہی نہ رہے

مثلاً اصحاب النار الذین یجہلون العربیۃ میں وصل سے اصحاب نار کا حاملین عرش چلنے کا توہم ہوتا ہے

وقف لازم قرآن مجید میں علی اختلاف الاقوال ۸۲ یا ۸۵ جگہ پر واقع ہے

نوٹ: — اس وقف لازم کے مختلف پہلو پر کتب فن میں گفتگو کی گنتی ہے جسکو بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔

فائدہ: — علامہ سجاوندیؒ کی علامات سے میم پر بعض حضرات کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ علامہ نے بعض ایسے مقامات پر بھی میم کی علامت میم لگا دی ہے جہاں مابعد کے ماقبل کے ساتھ وصل کرنے سے کوئی معنوی فریبی لازم نہیں مگر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے خود ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ اشکال نقل فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ اسکے جوابات بھی دئے ہیں مثلاً المنع الفکر یہ میں صفحہ ۶۴ پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ وقد جاء

فی سؤال عن بعض فضلاء اليمن في الفرق بين قوله تعالى والى عاد
انما هم هودا وبين قوله سبحانه والى ثمود انما هم صالحا حيث جعل
رسما لوقف على الاول مطلقا (أى ط) وعلى الثاني لازما (أى م) مع
ان مابعدهما قال يقوم اعبدوا الله ما لكم من اله غيرة بلا تفاوت في
الموضعين

فقلت لان الاول علم جامد لا يصلح مابعدا هو قوله قال يقوم
اعبدوا الله ما لكم من اله غيرة . وصف له بخلاف الثاني فانه علم مشتق
وقر في سورة النكرة فقد يؤهم ان مابعدا نعت له .

ط یہ وقف مطلق کی علامت ہے یہاں بوجہ ختم کلام وقف تام ہے اس
وجہ سے یہاں وقف کرنا ضروری ہے تاکہ وصل کرنے سے اتصال کلام کا
التباس لازم نہ آتے ہے۔

۷ علامت علامہ سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی جگہ وضع فرمائی ہے جہاں کلام تام
اور پورا ہو گیا ہو معلوم ہوا کہ اسپرہی وقف لازم کی طرح کلام تام ہو جاتا ہے صرف فرق اتنا ہے
کہ لازم میں کلام کے ختم ہونے کے ساتھ وصل سے معنوی قطل ہوتا ہے جبکہ اسمیں معنوی
قطل نہ ہوگا جس سے یہ سمجھ میں آیا کہ باعتبار علت دونوں قریب ہیں لہذا اس علامت کی توثیح
بھی لازم سے قریب قریب ہے اسلئے اسپرہی وقف ضروری ہے جیسے وعلی سمعہم ط
اسکے بعد والا جملا اس سے بالکل جدا ہے اور وعلی ابصار ہم کو اس سے جوڑ نہیں دیتا
ط یہ وقف مطلق کی علامت ہے جو لفظ مطلق ہی کا ایک حرف ہے جلتے پورے
کلمہ کے تحفیفاً ط کو اسکا مقرر دیا گیا ہے یہاں درمیانی حرف کو بطور مزا اختیار کیا
اسلئے کہ حرف اول 'م' سے مستقل رہے۔

چونکہ یہاں کلام ختم ہو گیا ہوتا ہے اور اسکے مابعد کو اس سے جوڑ نہیں ہوتا تو
کلام کا ختم ہونا متقاضی ہے وقف کا چنانچہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ "اسپ وصل جائز نہیں
بلکہ وقف ہی ہوگا تاکہ کلام کا مفہوم واضح ہو جائے" جس سے یہی معلوم ہوا کہ بعد وقف کے
ابتداء ہی ہوگی اعادہ جائز نہ ہوگا کیونکہ اعادہ وصل کے حکم میں ہے اسلئے اعادہ سے کلام کے
اتصال کا التباس ہوگا۔ مثلاً وعلی سمعہم ط وعلی ابصار ہم
فائدہ ۱۵۔ مذکورہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ 'ط' کے مقابلہ میں زیادہ قوی علامت ہے۔

ج یہ وقف جائز کی علامت ہے اسپر لوجہ تفہیم معنی و تحسین قرآۃ وقف
کرتا ہے مستحسن ہے ع

جائز کے لفظ میں سے صرف کواختصاراً اسکا رمز مقرر فرمایا مراد یہ ہے کہ اس
علامت پر وقف و وصل دونوں جائز ہیں

یہ علامت علامہ سیاح ندوی نے قرآن شریف میں ایسی جگہ وضع فرمائی جہاں دلیل
وقف و وصل دونوں موجود ہوں مثلاً سورۃ نمل میں ”وَجْعَلُوا۟ اٰعْزَۃً اٰهْلًا اِذْ لَہٗ“ یہ
حضرت بلقیس کا کلام ہے مگر اسکے بعد ”وَكِذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ“ کے متعلق دو احتمال ہیں ممکن
ہے کہ ما قبل کی طرح یہی حضرت بلقیس کا کلام ہو جو کہ دلیل و وصل ہے بلقیس کے کلام کے دونوں
جملے متصل رہینگے اور کلام واحد متصل ہی رہنا چاہئے جسکا تقاضہ یہ ہے کہ وصل ہو۔
اور اگر ”وَكِذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ“ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو ما قبل سے منفصل ہونے کی
وجہ سے وقف کا تقاضی ہے جو دلیل وقف ہے۔

اب چونکہ اس آیت میں اور اس علامت پر دونوں علتیں موجود ہیں لہذا وقف و وصل
دونوں صحیح ہیں جسکا پتہ خود لفظ جائز سے چلتا ہے البتہ تدریجاً فرماتے ہیں کہ ایسے وقتیں
قل میں وقف مستحسن ہے تاکہ وقف کے ذریعہ جہت واحدہ کی تعیین ہو کر معنی و مقہوم کی تفہیم
میں سہولت رہے جو بات وصل سے حاصل نہ ہوگی اور تفہیم معنی کے ساتھ تلاوت کرنا محاسن
تلاوت میں سے ہے لہذا ان محاسن کے حصول کیلئے وقف کرنا مستحسن ہے جس سے یہ مقہوم ہوا کہ وقف
و وصل دونوں باعتبار علت کے مساوی ہیں البتہ وقف کا ہے مستحسن ہونا خارجی وجہ ہے لیکن وقف کی
صلاحیت بیکہ وقف کے مختار ہونے کی وجہ سے وقف کے بعد ہمیشہ ابتداء ہوگی۔ اعادہ جائز نہیں۔

منبئیہ :- یہ وہ مواقع ذکر کئے گئے ہیں جو انفصال کلام کو مقتضی ہیں اور قاری وقف کرنے کا مکلف ہے آگے وہ مواقع ذکر کئے جاتے ہیں جہاں قاری کو اختیار ہے اور بوجہ عدم ضرورت وقف کرنے کا مکلف نہیں۔
 ر یہ وقف جواز کی علامت ہے اس پر وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے جبکہ وقف قویہ علامت حیم وغیرہ دور ہو کیونکہ یہ وقف ضعیف ہے

منبئیہ :- اگرچہ مذکورہ تمام علامات وقف کلام کے منفصل ہونگی وجہ سے وقف کی متقاضی ہیں مگر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اسکے وقتی تقاضے باعتبار قوت کے مختلف ہیں اور آئندہ علامات سے متعلق یہ یاد رہے کہ انہیں بھی اس طرح قوت میں اختلاف ہو گا لیکن مذکورہ علامات کی آخری علامت آئندہ علامات کی بنسبت وقتی قوت زیادہ رکھتی ہے

فائدہ :- مذکورہ علامات وقف میں باعتبار قوت ترتیب اس طرح ہے اولاً 'م پھر ط' پھر 'سج' کے دیگر علامات کی طرح یہ لفظ جواز کا مخفف ہے بوجہ اختصار ز کو اسکا رمز مقرر کیا یہ علامت علامہ سبحانندی نے ایسی جگہ وضع فرمائی جہاں وقف و وصل دونوں کی دلیل موجود ہوں اور دلیل وصل قوی ہو۔ جیسے وحانی ابصار ہم غشاوہ الخ

کفار کے عذاب کا تذکرہ اس طرح ہے کہ غشاوہ تک ذمیوی عذاب کو بیان کیا ہے گویا کہ غشاوہ پر عذاب ذمیوی کی تکمیل اور اسکے بعد عذاب اخروی ہے تو چونکہ دونوں عذاب مختلف ہیں اور ایک کا بیان غشاوہ پر ختم ہوا یہ دلیل ہے وقف کی اور اس اعتبار سے کہ (اگرچہ ذمیوی اور اخروی کا فرق ہے یہ دونوں مجبوری طور پر کفار کیلئے عذاب ہیں یہ دلیل وصل ہے اور یہی قوی بھی ہے اسکے کفر کی سزا مکمل اس وقت ہوگی جبکہ دونوں قسم کے عذاب کا تذکرہ ہو ورنہ ناقص ہوگی

ص۔ یہ وقف نخص کی علامت ہے یہاں عند الضرورة وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے یہ علامت بھی وقف ضعیف کی ہے ع

بقیہ معنی گذشتہ

حکم :- اوپر کی تفصیل نیز متن کی عبارت "اجازت دی گئی ہے" معنیٰ اس کا کہ دلیل وصل کے قوی ہونے کی وجہ سے وقف اختیاری نہ ہونا چاہئے البتہ علامات قویہ دور ہونے کے وقت ضرورت وجود دلیل وقف (کو ضعیف ہے) کی وجہ سے وقف کی اجازت دی گئی ہے اور چونکہ دلیل کے تحت ہوا ہے لہذا اعادہ کی ضرورت نہ رہی۔

عش۔ یہ ص لفظ نخص کا مخفف ہے جو بوجہ اختصار بطور مقرر کیا گیا ہے اس کو علامہ سبحانوی نے ایسی جگہ مقرر فرمایا جہاں دو کلام اس طور پر واقع ہوں کہ دونوں کے درمیان لفظی و معنوی تعلق موجود ہوں البتہ دونوں کی استقلالی حیثیت بھی ہو کہ ایک دوسرے کے بغیر مفہوم ادا کر سکیں مثلاً اللہی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء ص انزل من السماء ماء انزل کا معطوف علیہ جعل ہے لیکن اگر جملہ ثانی نہ ہو تو صرف اول ہی سے مقصود واضح ہو جاتا ہے اور اگر جعل لہ نہ ہو تب بھی انزل پر اس معنیٰ ادا کر سکتا ہے۔ اس میں بھی بوقت ضرورت وقف کی فرصت ہے لہذا وقف اختیاری صحیح نہیں البتہ وقف کرنے

کے بعد دونوں کے سے مستقل ہونے کی وجہ ابتدا ہوگی اعادہ نہ ہوگا

اس حکم کے متعلق خود حضرت قاری ص معرفۃ الوقوف میں فرماتے ہیں کہ اس جگہ نہایت مجبوری کی حالت

میں جب قاری کی سانس تنگ ہونے لگے تو وقف کی اجازت و فرصت ہے۔

فائدہ :- چونکہ قاری کو مثل مسافر کہا گیا اور اوقاف کو مثل منازل کے صبطرہ اختیاری طور پر مسافر کسی بڑی ہی منزل پر چلتا ہے کہ ضرورت پوری ہو سکے اسی طرح قاری کو بھی وقف اختیاری کیلئے علامہ توسیہ کا التزام کرنا چاہئے

ک یہ علامت کذا لک کی ہے یہ اگر علامت وقف کے بعد واقع ہو تو وقف کے حکم میں ہے اور اگر علامت وصل کے بعد واقع ہو تو وصل کے حکم میں ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ

رہا اس علامت کا حکم تو اگر یہ علامت محل حسن پر ہے تو اولیٰ تو یہ پیکہ اس پر وقف چنانچہ ہو مگر بوقت ضرورت کر لیا تو وقف حسن کے حکم کے تحت درمیان آیت میں اعادہ ضروری ہے لیکن جن وکثر کے یہاں یہ محل وقف ہے اس کے نزدیک اس پر وقف کر لینے کے بعد اعادہ نہ ہوگا۔

لفظ کذا لک میں سے صرف ک کو بوجہ اختصار ریز مقرر فرمایا خود لفظ کذا لک اور متن

پر غور کرنے سے یہ معلوم ہو گیا اس کا محل وقف یا محل وصل ہونا اپنے ما قبل کے تابع ہے یعنی اگر ما قبل میں علامت وقف ہو تو یہ بھی محل وقف ہے اور جو علامت اسکے ما قبل میں ہے وہی علامت یہاں پر سمجھی جائیگی اور ما قبل میں علامت وصل ہو تو یہ بھی اسکی طرح محل وصل ہے۔

اور جیسا کہ صاحب تحفہ نذریہ نے لکھا ہے کہ اس وقف کا حکم اپنے ما قبل کی طرح لازم

مطلق، جائز وغیرہ سب ممکن ہے

خلاصہ یہ ہے کہ ک اپنے ما قبل کے ساتھ دلیل وقف یا وصل میں مشترک ہو نیکی وجہ

سے حکم میں بھی مشترک ہوگا۔

فائدہ :- قاری فتح محمد صاحب پانی پتی نے لکھا ہے کہ آج کل کے مصنف میں یہ

ریز مستعمل نہیں۔

قف یہ قد یوقف کا مخفف ہے صیغہ امر نہیں ہے اگر اسپر وقف ہو گیا
 تو کوئی حرج نہیں البتہ وقف اختیاری بہتر نہیں ہے
 صل یہ قد یوصل کا مخفف ہے یہ بھی صیغہ امر نہیں ہے اسپر نسبت وقف
 کے وصل پسند کیا گیا ہے اور قد یوقف کا مقابل ہے ۱۲

۱۱
 قد یوقف میں قد کے اول سے ق کو اور یوقف کے اخیر سے ف کو لیکر قف بنا لیا یہ صیغہ امر نہیں ہے
 جیسا کہ بعض نے اس کے صیغہ امر ہونے کی صراحت کی ہے اس اعتبار سے کہ اگر اس مقام پر قاری سے وصل کا
 اندیشہ ہو تو اسکو بطور تنبیہ کہا جا رہا ہے کہ قف یعنی وقف کر۔

مگر حقیقت اسکی یہ حکم جہاں کہیں دلیل وصل وقف دونوں موجود ہوں اور جانب وقف رائج ہو
 تو وقف بطور رمز مقرر کیا جاتا ہے جس سے یہ مفہوم ہوا کہ صیغہ امر ہونے کیلئے دلیل وصل کا نہ ہونا یعنی صرف
 دلیل وقف کا ہونا ضروری ہے حالانکہ جہاں دلیل وصل وقف دونوں ہوتی ہیں لہذا یہ صیغہ امر نہیں ہے
 حکم۔ لیکن دلیل وصل موجود ہونے کی وجہ سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ وقف اختیاری نہ ہونا چاہتے ہاں
 بوقت ضرورت وقف کی گنجائش ہے البتہ دلیل وقف کے رائج ہونے کی وجہ سے بعد وقف کے ابتدا ہوگی اعادہ
 نہ ہوگا مثلاً وملتکتہ وکتبہ ورسولہ۔

۱۲
 یہ قد یوصل کا مخفف ہے جس سے مفہوم ہوا کہ یہ لفظ صیغہ امر نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ
 جس جگہ دلیل وصل دونوں موجود ہوں مگر دلیل وصل رائج ہو تو اس جگہ اس علامت کو وضع کیا جاتا ہے
 علت کی تفہیم سے اس علامت کے حکم کی تخریج آسان ہوگئی کہ جب دونوں علتیں موجود ہیں تو وقف وصل دونوں
 جاتر ہی ہونگے البتہ دلیل وصل کے رائج ہونے کی وجہ سے نسبت وقف کے وصل رائج ہوگا مگر
 دلیل وصل کے موجود ہونے کی وجہ سے بوقت ضرورت وقف کی گنجائش ہے پھر بعد وقف کے دلیل وصل کے سبب اعادہ نہ ہوگا
 بلکہ ابتدا ہوگی

تنبیہ وقف اور صلّ دونوں بھی اگرچہ وقفِ اضعف کی قسمیں ہیں لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ وقف پر بمقابل صلّ وقف رائج ہے اور صلّ میں وصل رائج ہے صلیٰ یہ الوصلِ اولیٰ کا مخفف ہے یہاں بوجہ تعلق لفظی کے وصل ہی کرنا چاہئے یہ اگرچہ وقفِ حسن کی علامت ہے اور جواز وقف کی صورت ہے لیکن وقف کرنے کے بعد یہاں اعادہ ضروری ہے ۱۳

۱۳

بوجہ تعلق لفظی کے الخ اس علامت کو ایسی جگہ وضع کیا جائے جہاں تعلق لفظی ہو اور ظہر ہے کہ جہاں تعلق لفظی ہو معنوی ضرور ہوگا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ محل حسن ہے جو وقفِ اختیاری کیسے محل ہی نہیں ہے لہذا اس پر وقفِ اختیاری صحیح نہ ہوگا البتہ اس پر وقف غیر اختیاری ہو گیا تو اعادہ ضروری ہے کیونکہ اس جگہ وصل قوی ہے مثلاً لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر صلّیٰ و ما حسنی السوء ان دونوں میں تعلق لفظی یہ ہے کہ لاستکثرت اور وما حسنی دونوں جواب کو ہے اور جب تعلق لفظی ہے تو تعلق معنوی کا ہونا ظاہر ہے اور وہ یہ کہ لو کنت اعلم الغیب کا نتیجہ استکثار غیر و عدم میں سو ہے اگر وقف کے ذریعہ ان دونوں کے مابین فصل کیا جاتے تو نتیجہ سبکی میل نہ ہوگی لہذا اس پر وقفِ اختیاری جائز نہیں اور وقفِ اضطراری ہو جانے پر اعادہ ضروری ہے۔

لا یہ لاوقف علیہ کا مخفف ہے اور وقف قلیح کی علامت ہے اس جگہ باقتضایہ اتصال کلام وصل کرنا ضروری ہے کیونکہ اس جگہ وقف کرنے سے قباحت لازم آئیگی اسی وجہ سے اس پر وقف ناجائز ہے۔

۱۴۷
یہ علامت وقف قلیح کی ہے الخ اسکو اسطرچ سمجھیں کہ قباحت کی دو قسمیں ہیں : قلیح ۲ اقح یہ علامت ان دونوں کو شامل ہے لہذا ایسی جگہوں میں وقف کرنا قلیح یا اقح ہوگا جسکی تلاوت میں کسی طرح گتھا نش نہیں ہے نیز اصول تلاوت کے مطابق کلام کا لفظاً و معنی متصل ہونا وصل کا متقاضی ہے اور وقف کھیلے مانع ہے کیونکہ ایسی جگہ وقف سے مراد خداوندی کے خلاف معنی کا وہم ہوتا ہے علامہ سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس علامت کو ایسی جگہ وضع فرمایا جہاں وقف اختیاری صحیح نہیں ہے اس حقیقت سے اسکا حکم بھی مفہوم ہو جاتا ہے کہ بلا ضرورت وقف صحیح نہیں ہے البتہ اضطراباً وقف ہو گیا تو ماقبل سے اعادہ ضروری ہے ابتدا نہ ہوگی تاکہ مربوط کلام کے متعلق منقطع ہو سیکانیز مراد خداوندی کے خلاف ہو سیکانیز مراد نہ ہو۔

نوٹ :- بعض لوگوں نے اس علامت لا کو لا ابتدا منہ کا مخفف قرار دے کر لاوقف علیہ کے مفہوم کی تردید کی ہے انشاء اللہ اختتام بیان پر اسکی ضروری وضاحت کی جائیگی۔
”اس پر وقف ناجائز ہے“ اس سے مراد عرفی و اصطلاحی عدم جواز ہے نہ کہ شرعی جسکو علامہ جزیری رحمۃ اللہ علیہ نے ولا حرام غیر ماہ سبب سے بیان فرمایا ہے لہذا جو لوگ اس پر وقف اضطرابی کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اسلئے اضطراب میں توقاری معذور ہوتا ہے اتنی بات ضرور ہے کہ اضطراباً وقف ہو جائے کیے بعد اعادہ کرنا ضروری ہوگا تاکہ پیدا شدہ قباحت

قلا یہ وقف مختلف فیہ کی علامت ہے اور قیل لا وقف علیہ کا محقق ہے
اس جگہ وقف نہ کیا جاتے تو بہتر ہے جنکے نزدیک یہاں وقف معتبر
ہے انکے نزدیک اعادہ نہ ہوگا۔

دور ہو جاتے البتہ مذکورہ علامت گول دائرہ پر ہو تو اسکا مستقل حکم آرہا ہے
فائدہ: - مصنف علیہ الرحمہ نے اسپر عدم جواز کا حکم لگایا وچرا اسکے یہ حکم اس
عدم جواز سے وقف اختیاری کا عدم جواز ہے کیونکہ وقف اختیاری کیلئے ایسا عمل
ضروری ہے جہاں وقف وابتداء دونوں صحیح ہوں اور علامت لا ایسے مقام کیلئے وضع
ہوتی ہے جہاں وقف ہی صحیح نہ ہو اور اگر وقف صحیح بھی ہو تو ابتداء کرنا صحیح نہ ہو لہذا مصنف
علیہ الرحمہ نے اسپر عدم جواز کا حکم لگایا

فائدہ: - اس وقف قبیح میں قبیح بمعنی لزوم کفر یا معصیت نہیں بلکہ عدم استحسان
ہے اور مدار اس قبیح کا ایہام پر ہے کہ جہاں فصل موہم ارادہ غیر مراد ہوتا ہے وہاں وقف
قبیح سمجھا جاتا ہے۔

^{۱۵}
یہ قیل لا وقف علیہ کا محقق ہے جس سے پتہ چلا کہ اسکے باب میں دور لے ہیں۔

۱ یہ محل وقف ہے ۲ محل وقف نہیں ہے اب اسکے حکم سے متعلق فرما رہے ہیں کہ اس جگہ
وقف نہ کرنا بہتر ہے گویا یہ محل وقف نہیں ہے لہذا اولاً وقف نہ ہونا چاہئے لیکن اگر وقف کر لیا
گیا تو پھر محل وقف نہ ہونے کی وجہ سے اعادہ ضروری ہے البتہ اسکو جن لوگوں نے علامت وقف
قراردیا ہے انکے نزدیک جب محل وقف ہی ہے تو اسپر وقف کے بعد ابتداء ہی ہوگی اعادہ صحیح نہ
ہوگا نتیجہ یہ ہوا کہ اس علامت کے یہ دونوں پہلو ہیں قاری انہیں سے جسکو چاہے اختیار کر سکتا

البتہ مصنف علیہ الرحمہ کا رجحان اسکے متعلق محل وقف نہ ہونے کی طرف معلوم ہوتا ہے
 لہذا بعد وقف کے اعادہ ہوگا لیکن راجح یہ ہے کہ اسپر وقف اولیٰ جسکی ظاہری دلیل یہ ہے
 کہ خود قیل لاوقف علیہ کو دیکھا جاتے تو اسمیں سے یہ نکلتا ہے کہ لاوقف علیہ کو قیل سے
 کہا گیا ہے اور مسئلہ مختلف فیہ میں جسکو قیل سے بیان کیا جاتے وہ ضعیف ہوتا ہے گویا
 مقصد یہ ہوا کہ لاوقف علیہ کہنا ضعیف ہے اور وقف کہنا اسکی نسبت قوی ہے
 دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ علامت جسکی جگہ ہے وہ محل کافی میں ہے یا محل اکفی میں
 اور ظاہر ہے کہ محل کافی یا محل اکفی یہ محل وقف ہے لہذا بعد وقف کے ابتدا ہی ہونی چاہتے
 (جیکہ دیگر کئی علامت ایسی گزری جنہیں علت وقف اتنی قوی نہ ہونے کے بعد بھی اسکو
 محل وقف قرار دیکر بعد وقف کے ابتداء کو فرمایا) توقع یہ ہے کہ یہ محل وقف جائز ہے
 مگر وقف اولیٰ ہے جیسا کہ املکتفی فی: "الوقف والابتداء کے مقدمہ میں ہے جس سے قلا پر
 وقف کے اولیٰ ہونکی تصدیق ہوتی ہے قلے علامۃ الوقف الجائز مع کون الوقف
 اولیٰ نحو قل و بی أعلم بعد قرہم ما یعلم قرہم الاقلیل قلے فلا توارقہم الا
 اور یہی عبارت بلفظ ایک محقق عربی مصحف میں بھی موجود ہے جسکو اصطلاحات الضبط
 کے عنوان سے ذکر کیا ہے ۔

مطبوعہ دار الشامیہ للمعارف بدمشق ارب ۱۳۰۲ھ

○ اسی کو آیت لاکھتے ہیں یہاں وقف قبیح نہیں ہے بلکہ آیت ہونیکسی
وجہ سے وقف جانتے ہیں البتہ بوجہ محل وقف نہ ہونے کے وصل بہتر ہے
لیکن وقف کرنے کے بعد عادیہ نہ کرنا چاہئے ۱۳

۱۴

یہ دو علامتوں کا مجموعہ ہے جن دونوں کا علاحدہ طور پر بیان ہو چکا ہے جسکو یوں

سمجھیں کہ ان دونوں علامتوں میں حیثیت کا فرق ہے تکمیل آیت کی علامت ○ (گول دائرہ)

تو پہلے ہی سے ہے اسکے علاوہ تعلق لفظی و معنوی کی حیثیت سے علامہ سجاوردی نے اس پر علامت

لا وضع فرمائی مگر یہ دونوں متضاد کیونکہ گول دائرہ پر جناب نبی کریم ﷺ سے وقف

ثابت ہے اور لا علامت وصل ہے لہذا عملاً پریشانی کا لاحق ہونا بڑھی ہے جسکو حضرت قاری

صاحب علیہ الرحمہ نے اس طرح حل فرمایا کہ دونوں کے متضاد تقاضوں کی رعایت ہو جاتی ہے

اس طور پر کہ جناب نبی کریم ﷺ جس جگہ وقف فرمائیں اس پر وقف کو کون قبیح کہہ سکتا ہے

لہذا فرمایا کہ اس پر وقف قبیح نہیں جیسا کہ صرف علامت لا پر ہوتا ہے لہذا اس پر بوجہ اتباع سنت

وقف تو جانتے ہیں لیکن اگر اتباع سنت مقصود نہ ہو تو دونوں تعلق کے باقی ہونگی وجہ سے

وقف کی بنسبت وصل بہتر ہے جو کہ رعایت علامت لا ہے لیکن پھر فرمایا کہ اگر وقف کر دیا ہے

تو علامت لا کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اعادہ جانتے نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ سے اس جگہ

وقف کے بعد ابتدا ہی منقول ہے اعادہ نہیں لہذا اگر اعادہ کیا گیا تو آپ ﷺ کی مخالفت

لازم آئیگی جو کبھی طرح روا نہیں ہو سکتی۔

نوٹ :- لیکن یہ یاد رہے کہ گول دائروں پر وقتاً اتباع سنت کی نیت نہ ہو تو اس جگہ بجا وقف

کے تعلق و معنوی رعایت میں وصل کرنا کسی طرح مخالفت سنت نہ ہوگا بلکہ بہتر ہوگا مثلاً فرید المصلین ○

پر۔

∴ یہ وقف معانقہ کی علامت ہے قرآن مجید کے حاشیہ پر معانقہ کا مخفف
مع لکھا رہتا ہے اور درمیان آیت میں دو جگہ تین تین نقطہ مرسوم ہوتے ہیں
مثلاً لا ریب ∴ فیہ ∴ ہدی للہمتقین ○ وغیرہ وقف
معانقہ کا حکم یہ ہے کہ نہ دونوں جگہ وقف کرنا چاہئے ورنہ درمیان والا کلمہ
بے ربط ہو جائیگا اور نہ وصل تاکہ معنی سمجھنے میں تکلف نہ ہو لہذا وصل
اول وقف ثانی یا وقف اول وصل ثانی کرنا چاہئے ^{۱۶}

∴ معانقہ بمعنی کلمے لگنا جو دلیل تعلق ہے لفظ معانقہ کی تخفیف کیلئے بطور رمز تین

تین لفظوں کو منتخب فرمایا

وجہ انتخاب :- یہ ہیکہ لفظ معانقہ میں بھی ن وق کے مجموعی تین نقطے ہیں حقیقت

اسکی یہ ہیکہ وقف کے دو مساوی الخیثیت موقع جب قریب قریب مع ہوں یعنی آیت کا کوئی کلمہ

معنی اپنے ما قبل و ما بعد دونوں سے متعلق ہو تو اسکا نام اصطلاح میں معانقہ ہے جیسے مثال

مذکور میں فیہ ہے

(محقق فن علامہ جزری نے نشر جلد اول صفحہ ۲۳۷ پر اسکی وضاحت فرمائی ہے کہ اس

علامت کی سب سے پہلے نشان دہی امام ابو الفضل رازی نے فرمائی ہے)

حکم :- جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا "نہ دونوں جگہ وقف" الخ جیسے مثال

مذکور میں لا ریب وقف فیہ وقف ہدی للہمتقین ○ اس طرح وقف کیا جائے تو فیہ جو کہ

معنوی اعتبار سے ما قبل یا ما بعد سے متعلق تھا بے معنی ہو کر رہ جائیگا جس سے مراد خداوندی

کے خلاف لازم آئیگا۔

”اور تہ دونوں جگہ وصل“ اس وجہ سے کہ اگر لا ریب فیہ ہدی للمتقین کو اس طرح وصل پڑھا تو پریشانی یہ درپیش ہوگی کہ معنوی اعتبار سے فیہ کا تعلق ناقبل سے قرار دیا جائے یا مابعد سے حالانکہ وقف وصل تو ہوتے ہی ہیں معنوی وضاحت کیلئے اور یہاں یہی سبب بن رہے ہیں معنوی پیچیدگی کا جو مقصد وصل و وقف کے خلاف ہے لہذا وقف کل یا وصل کل دونوں صورتیں ناجائز ہیں اور بقیہ دو صورتیں یعنی وقف اول وصل ثانی یا وصل اول وقف ثانی جائز ہیں۔

مگر جیسا کہ حضرت قاری حفظ الرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فصل کل تو بالاتفاق غیر جائز ہے مگر وصل کل معنوی دقت کے تحت ناجائز تھا جسکا حاصل یہ نکلا کہ اگر دقت یا اندیشہ دقت نہ ہو مثلاً سامع موجود نہ ہو یا معنوی کسی ایک طرف کو خود متعین کر کے وصل کر لیا جائے تو پریشانی نہ ہونے کی وجہ سے یہ صورت بھی جائز ہے اگرچہ کچھ بھی غیر اولیٰ ہے۔ اور اسکی تائید اصول تجوید ”أما الوصل فهو أصل في القرآن“ سے بھی ہوتی ہے لہذا وصل کل وصل اول فصل ثانی۔ فصل اول وصل ثانی یہ تین جائز ہیں جس میں سے وصل کل غیر اولیٰ ہے اور فصل کل بالاتفاق ناجائز ہے

وقف معانقہ تعداد: - یہ وقف معانقہ کل چونتیس ہیں مگر پچاس میں تفصیل یہ دیکھ

متقدمین کے یہاں وقف معانقہ ۱۶ تھے بعد میں متاخرین ائمہ کرام نے اسی علت کے تحت دو گروہوں کا اضافہ فرمایا اس طرح چونتیس ہو گئے یہی وجہ دیکھی عموماً مصنف میں عند المتقدمین والمتاخرین

کی تعین بھی ہوتی ہے لیکن قاری و مقرئ شیخ احمد دہلویؒ اپنی ایک تصنیف (جسکو اس ناقص نے مکتب خانہ پیر محمد شاہ احمد آباد میں دیکھا) قواعد التجوید میں تحریر فرماتے ہیں کہ

صاحب زبیر پشاپوری نے بدیل لکھا دیکھا وقف معانقہ بلا اختلاف مطلقاً چونتیس جگہ ہیں جو چاہے بغیر مشہور ہو مگر اسکا مدلل ہونا اسکے وقوع ہونے پر دال ہے

وقف لفظ وقف سکتے کی ہا کے ساتھ یہ الوقف مع السکت کا محقق ہے یعنی جس قدر وقف میں تاخیر ہوتی ہے اتنی ہی تاخیر کے ساتھ سکتے کیا جاتے یہ در حقیقت وقف نہیں ہے بلکہ سکتے طویل ہے یہ ایسے موقع پر جاتے ہے جہاں وقف مرسوم ہو لیکن اصل سکتے جائز نہیں اس موقع پر بجائے وقف کے وقف بھی جاتے ہے لیکن وقف بہتر ہے باقی سکتے کا مفصل بیان آٹھویں سبق میں آئیگا ۱۸

۱۸
الوقف مع السکت کی حقیقت خود اسکے نام سے واضح ہے دونوں کے مجموعہ کا نام ہے جب علت سکتے (جسکا بیان آئندہ سبق میں آئیگا) و علت وقف کلام میں القطار دونوں موجود ہوں تو یہ محل وقف ہے چنانچہ اسکی ادائیگی و تلفظ میں دونوں کی رعایت ملحوظ رکھی گئی کہ صرف آواز بند کر کے سانس کا جاری رکھنا یہ تو سکتے ہے مگر اصل سکتے کی تاخیر سے زیادہ وقف کے برابر تاخیر وقف ہے کہ سننے والے کو وقف کا توہم ہو جاتے۔

اس پر اصل سکتے جائز نہیں۔ اصل سکتے سے مراد روایتی سکتے ہے جو واجب ہے یعنی وہ سمجھ کر یا یہ سمجھ کر کہ یہ سکتے بروایت حفص ثابت ہے ایسا کرنا جائز نہیں ورنہ کذب فی الروایت لازم آئیگا اور مسکا ثبوت روایت نہیں ہے اسکو روایت قرار دینا یہ مرام ہے جسکو علماء نے قسطنطین مہمن افتراضی علی اعتقاد کذا میں شامل فرمایا ہے لہذا بلا اعتقاد روایت سکتے طویل کرنا ہرگز مگر اسکو سکتے مرویہ کی طرح واجب گردانا صحیح نہیں ہے

چونکہ اسمیں علت وقف بھی ہوتی ہے اسلئے محض وقف بھی جاتے ہے مگر یہاں وقف مرسوم ہونے کی وجہ سے سکتے کا بھی مطالبہ ہے لہذا محض وقف کرنا غیر اولیٰ ہے اسلئے کہ محض وقف کرنے سے ایک مطالبہ پر عمل اور دوسرے کا ترک لازم آتا ہے۔

وقف النبی ﷺ :- یہ کلام مجید کے حاشیہ پر لکھا رہتا ہے ایسے موقع پر
وقف مستحب ہے اسلئے کہ درمیان آیت میں بھی حضور اکرم ﷺ سے
گیارہ جگہ وقف ثابت ہے۔^{۱۹}

یہ نیز وقف منزل . وقف غفران . وقف کفران حاشیہ پر لکھے رہتے
ہیں اسلئے یہاں انکے مواقع ذکر نہیں کئے گئے

وقف منزل - اسکو وقف جبریل بھی کہتے ہیں ۳۱ موقع یزیدی وقف سے مستحب ہے
نزول قرآن کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام سے بسر وجہ وقف کیا ہے وہاں
نبی کریم ﷺ نے بھی وقف فرمایا اسکا مطلب یہ نہیں کہ یہاں وحی منقطع ہوئی
عنا

^{۱۹} یہ وقف اہم اوقاف اور نہایت ضروری ہے ہر قاری کو چاہئے کہ اس جگہ وقف
کر کے اتباع سنت سے مشرف ہو اور اپنے آپکو اتباع سنت کے ثواب کا سے مستحق بنائے پھر سنت
یہ صلیکہ قرآن مجید کے حاشیہ پر نشان دہی بھی کی گئی ہے۔

^{۲۰} یہ بھی گذشتہ وقف کی طرح بڑی اہمیت و برکت کا حامل ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو
باقاعدہ روایتی طور پر نقل فرمایا جسکو بعد میں آنے والے اللہ کے مقبول بندوں نے یہ سوچ کر کہ
کہ لوگ اس سے محروم نہ رہیں قرآن کریم کے حاشیہ پر اسکی نشان دہی فرمادی۔

اب یہاں مصنف علیہ الرحمۃ ایک غلط فہمی کا ازالہ فرما رہے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام
اس وقت آنے والی وحی کا وہ اختتام تھا بلکہ اگر نور کیا جاتے تو خود ہی یہ بات نکلتی ہے کہ حضرت
جبریل علیہ السلام نے اسپر وقف فرمایا ہے (نہ کہ قطع) اور وقف کہتے ہی ہیں اسکو جسکے
بعد تلاوت ہو ورنہ تو قطع ہے۔

وقف غفران - یہ بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر مرسوم ہے ایسی جگہ وقف کرنے سے معنی کی وضاحت اور سننے والے پر بھی بشارت پیدا ہوتی ہے اسلئے اسکو وقف غفران کہتے ہیں یہاں وصل سے وقف بہتر ہے۔^{۲۱}

^{۲۱} اس وقف کے متعلق لکھا چکے یہ ایسی جگہ ہوتا ہے کہ اگر اسپر وقف کر کے قاری یا سماع اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے یا اور کوئی چیز مانگے تو اللہ تعالیٰ اسکو عطا فرماتا ہے نیز اس جگہ وقف سے معنوی وضاحت ہوتی ہے بلکہ ہواضع میں وصل سے غلطی کا اندیشہ بھی رہتا ہے لہذا جہاں وصل سے معنوی غلطی کا اندیشہ نہ ہو تو وصل جائز ہے اللہ تعالیٰ بھی مذکورہ وجہ سے وقف بہتر ہے نیز اس وقف کی فضیلت اور مواضع وقف مذکور یہ گفتگو کرتے ہوئے صاحب "سراج القراءت" تحریر فرماتے ہیں "اور احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ من ضمن ان یقف علی عشرۃ مواضع فی القرآن صدقت لہا بالجنۃ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص ضامن ہو اس بات کا کہ دس مواضع میں قرآن کریم کے وقف کرے میں ضامن ہوں اسکا واسطے بہشت کے" ان دس جگہ وقف کرنے سے کتنے بڑے انعام کا وعدہ فرمایا گیا ہے اتنی عظیم نعمت کے حصول کیلئے دس جگہ وقف کرنا کوئی دشوار نہیں لہذا قاری کو چاہئے کہ ان جگہوں میں وقف کر کے اس نعمت کا اپنے آپکو مستحق بنائے۔

اگر روایت کی صحت پر کوئی کلام بھی ہو تو فضائل کے باب میں مضر نہیں ہے۔
نوٹ:۔ چونکہ خود کسٹران کے حاشیہ "وقف غفران" لکھا ہوتا، اسلئے ان مواقع کی تعیین کی ضرورت نہیں۔

وقف کفران :- حاشیہ پر ایسی جگہ لکھا رہتا ہے جہاں وقف کرنے سے خاص قسم کی قباحت پیدا ہوتی ہے جسکو معنی جاننے والا ہی خوب سمجھ سکتا ہے بلکہ اگر سماع ایسے معنی کا عقیدہ کرے تو موجب کفر ہے ایسے موقع پر وقف نہ کرنا چاہئے۔^{۲۲}

^{۲۲} اسکو علماء امت اور ماہرین وقف نے ایسی جگہ وضع فرمایا جہاں کلام مربوط و متصل ہو اور وقف کرنے سے بوجہ انقطاع و انفصال سنگین قسم کی معنوی قباحت لازم آتی ہو مثلاً علی ملکہ سلیمان و ما یروقف اور کفر سلیمان سے ابتداء تو ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی خرابی تھی کہ اگر ایسا عقیدہ رکھا جائے تو آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا اسکو وقف کفران کہتے ہیں علماء نے اسکے بہتر مواضع ذکر کئے ہیں صاحب سراج القراءۃ تحریر فرماتے ہیں کہ "لیکن اگر دیکھا جائے تو غالباً اس سے بھی زیادہ پاتے جاتینگے۔"

فائدہ :- اوپر کی تشریح سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے ① وجہ قباحت - معنی متصل کلام کو وقف کے ذریعہ منقطع کرنا جو کہ مراد خداوندی کے خلاف ہے ② معنوی قباحت موقوف ہے غلط وقف کے بعد ابتداء پر لہذا غلط وقف کرنے کے بعد عادیہ کر لیا تو قباحت نہ رہے گی اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ وقف قبیح نہیں بلکہ ابتداء قبیح ہے لہذا کیا وقف کفران کے ابتداء کفران کہنا چاہیے مگر غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ یہ کوئی خاص اشکال نہیں بلکہ لفظی اختلاف ہے کیونکہ ابتداء موقوف ہے وقف پر اگر غیر محل میں کلام متصل کے درمیان وقف نہ ہوتا تو ابتداء کی غلطی کا سوال ہی کہاں رہتا؟ جس سے معلوم ہو کہ ابتداء قبیح کا اصل سبب وقف قبیح ہے ③ لزوم کفر موقوف ہے اعتقاد پر مطلب یہ ہے کہ اگر غلط وقف یا غلط ابتداء اعتقادی درست و سلامتی کے ساتھ ہو تو بجز وقف

کرنا سبب کفر نہیں ہے جیسا کہ آپ محقق فن علامہ جزری علیہ الرحمہ کا شعر پڑھ کر آتے ہیں۔
 ولبیس فی القرآن من وقف وجب - ولا حرام غیر مالہ سبب .
 بذات خود نہ ہی کوئی وقف واجب ہے اور نہ ہی اسپر وقف حرام ہے بلکہ دونوں چیزیں
 کسی سبب پر موقوف ہیں لہذا جب اس وقف کے ساتھ سبب کفر یعنی اعتقاد نہ ہو موجب
 کفر نہیں ہے گویا سبب کفر اعتقاد ہے۔ (۴) نیز وقف اختیاری اسپر نادرست ہے۔
 لہذا اگر اضطراراً وقف ہو گیا تو فوراً اعادہ ہونا چاہئے۔ (۵) یہ محل وقف نہیں ہے بلکہ محل
 وصل ہے (۶) اس سے خوب احتیاط کی ضرورت ہے۔



تنبیہات وقف

① وقف کرنے کے بعد اصل یہی ہے کہ ابتدا کی جائے لہذا جن مواقع میں کسی حیثیت سے ابتدا ہو سکتی ہے انکو محل وقف میں شمار کرتے ہوئے مختلف قسم کی غلامتیں بیان کر دی گئی ہیں لہذا علامت وقف پر وقف کرنے کے بعد اعادہ جائز نہیں ہے۔

② علامات وقف کی ترتیب اسکے قوت اور ضعف کے لحاظ سے ہے۔ سب سے قوی علامت میم ہے اور سب سے ضعیف علامت صل ہے لہذا حتی الامکان علامت قویہ کے ہوتے ہوئے ضعیف پر نہ ٹھہرے۔ ع۔

تنبیہ اول سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جہاں پر وقف کرنے کے بعد ابتدا ہو سکتی ہو وہ محل وقف ہے کیونکہ یہ کلام کے منقطع ہونے کی دلیل ہے اور کلام کا انقطاع علت وقف ہے لہذا تلاوت کے دوران مذکورہ علامتوں پر وقف ضروری ہے۔

چونکہ عموماً ایک سانس میں تلاوت ختم ہونا محال ہے لہذا قاری و تالی کو وقف کی ضرورت بار بار پیش آئے گی اسلئے قاری کو چاہئے کہ معنوی وضاحت کی رعایت کے ساتھ وقف کرے جسکے لئے اولاً

اہم الاوقاف سے واقف ہو کر اس پر وقف کرے جن سے معنوی صحت کے علاوہ دیگر فضیلتوں کا بھی حصول ہو وہ یہ ہیں وقف لازم وقف النبی ﷺ . وقف عفران . وقف منزل . وقف

معانقہ اسکے علاوہ دیگر علامات کی قوت و ضعف کو بھی معلوم کرے کہ عمل میں سہولت ہو اور قوی کو چھوڑ کر ضعیف پر عمل نہ ہونے پاتے علامت قویہ ط۔ ج۔ ز۔ ص بقیہ علامت وقف باعتبار قوت کے ان سے کم ہیں اسی طرح علامت وصل سے بھی واقف ہونا ضروری ہے مثلاً۔ لا۔ صلی۔

۳) آیت پر جس قسم کی علامت مرسوم ہوگی ویسا ہی اسکا حکم دیا جائیگا مثلاً کسی آیت پر ط ہے کسی پر ز ہے تو ٹھمیرنے کے بارے میں وہ آیت زیادہ بہتر ہے جس پر قوی علامت ہے اور اگر کسی ایک جگہ کبھی علامتیں مرسوم ہوں تو انہیں سے جو قوی ہے اس پر عمل کرنا چاہئے اور سب ضرورت بھی عمل کرنا چاہئے۔

۴) علامت وصل صرف دو ہیں ایک صلی اور دوسری لام الف لا ہے لہذا ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی وقف اختیاری جائز نہیں اسلئے کہ یہ محل وقف ہی نہیں ہیں۔

۵) قراۃ ترتیل ٹھمیر کر پڑھنے کا نام ہے اسلئے ہر آیت و علامت وقف پر قرا کرنا بہتر ہے۔

۶) قراۃ حدیث کے ساتھ پڑھنے کا نام ہے اسلئے ہر آیت و علامت پر بلا ضرورت وقف نہ کرنا بہتر ہے۔

۷) قراۃ تدویر درمیانی حالت کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں اسلئے تدویر میں آیت و علامت وقف پر وقف کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے میانہ روی کی ایک شکل یہ ہے کہ وقف ضعیف کا وصل کرے اور وقف قوی پر ٹھمیرے۔

۳۔ اسپر تفصیلی بحث بیان کے گول دائرہ کے تحت گزر چکی ہے

۴۔ جس سے معلوم ہوا کہ وقف اضطراری جس طرح ہر جگہ ہو سکتا ہے اسی طرح دونوں پر بھی اضطراراً وقف ہو سکتا ہے مگر بعد وقف اعادہ ضروری ہے ابتدا جائز نہیں۔

۵۔ نمبر ۷۰۶۰۵ میں قراۃ کے باعتبار رفتار تین درجوں کا بیان ہے تینوں کی حیثیتوں کو ملحوظ رکھ کر حضرت قاری صاحب نے اس میں علامت پر وقف کے طریقوں کو بیان فرمایا ہے۔

۱۱ اس علامت کی حقیقت سے متعلق بحث کافی تفصیلی ہے جسکو ہم یہاں اختصاراً پیش کرتے ہیں۔ اسکی حقیقت کے بارے میں دو مختلف رائیں ہیں اور ہر ایک نے اپنی رائے کی اثبات میں دلائل پیش کئے ہیں۔

① ایک راتی تو یہ حکم لاوقف علیہ کا محقق ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ وقف اختیاری نہ کرنا چاہتے اور اگر اضطراراً وقف ہو گیا ہے تو مابعد سے ابتداء صحیح نہیں ہے بلکہ ماقبل سے اعادہ ضروری ہے۔

② اور ایک راتی یہ حکم یہ لا، لا ابتداء منہ کا محقق ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ وقف تو صحیح ہے مگر اسکے بعد سے ابتداء درست نہیں چنانچہ یہ حضرات فریق اول کی تردید کرتے ہوتے لکھتے ہیں کہ سجاوندی کے اکثر مقلدین جنکو اس اصطلاح کا علم نہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں وقف سے منع کیا گیا ہے اور یہاں وقف قبیح ہے چنانچہ اضطرار کی حالت میں بھی اس جگہ وقف نہیں کرتے اور آگے یا پیچھے کسی کلمہ پر وقف کرتے ہیں حالانکہ جہاں یہ رزم ہوتا ہے وہاں عموماً وقف حسن کا مقام ہوتا ہے اور آگے یا پیچھے کسی کلمہ پر وقف کرنے سے وقف قبیح ہو جاتا ہے۔

فریق ثانی کی پیش کردہ گفتگو پر غور کرنے سے ① ایک تو مقلدین سجاوندی کا غلو سمجھ میں آتا ہے کہ علامت لا پر وقف کرنے کو اتنا قبیح سمجھتے ہیں کہ بحالت اضطرار بھی اس پر وقف کو رعنا نہیں رکھتے۔ ② اور یہ بھی سمجھ میں آیا کہ یہ رزم عموماً محل حسن میں ہونا پھر لاوقف علیہ کا کیا مطلب۔ ③ نیز یہ بھی سمجھ میں آیا کہ انکا یہ غلو سجاوندی کی اصطلاحی حقیقت سے نابلد ہونے کی وجہ سے ہے۔ ④ وقف اضطراری اس جگہ جائز ہے خلاصہ یہ ہوا کہ اسکی مراد لاوقف علیہ نہیں بلکہ لا ابتداء منہ ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان میں کسی اول غلو وہ کسی بھی چیز میں قبیح ہوتا ہے اسکو قائلین لاوقف علیہ بھی قبیح سمجھتے ہیں لہذا اس غلو کی وجہ سے لاوقف

معلوم گذرنا
 علیہ کو غیر صحیح قرار دینا صحیح نہیں ہے اور نمبر ۳ میں تو غیر معتبر ہوتا ہے لہذا غیر
 معتبر کی بنیاد پر غیر صحیح کی عمارت صحیح نہیں اور وقف اضطراری کہیلے تو یہ محل ہے پھر بھی
 لاوقف علیہ کا کیا مطلب تو احکام کا مکلف اختیاری ہی میں کیا جاتا ہے اور اضطراری میں
 ممنوع نہیں ہوگا لہذا قائلین لاوقف علیہ بھی اضطراری کو اس جگہ منع نہیں کرتے اور کون
 منع کر سکتا ہے۔ ما قبل کی گفتگو سے معلوم ہوا۔ جیسا کہ لاوقف علیہ کی تقریر سے اسکا پتہ چلتا
 ہے یہ علامت عموماً محل حسن میں ہوتی ہے پھر اس پر وقف کو قلیح سمجھنا غلط ہے مگر ابھی پڑھا
 کہ علامات وقف اختیاری وقف کہیلے ہیں یعنی علامات وقف پر وقف اختیاری صحیح اور
 علامت وصل پر وقف اختیاری غیر صحیح ہے جس سے معلوم ہوا کہ علامات کا مکلف ہونا بوقت
 اختیاری ہے تو وقف اختیاری کہیلے کلیہ یہ ہے کہ اسی جگہ ہونا چاہئے جسکو اپنے مابعد
 سے کم از کم تعلق لفظی نہ ہو لہذا جہاں تعلق لفظی ہوگا وہاں وقف اختیاری نہ ہوگا اور محل حسن
 سے تعلق لفظی ختم نہیں ہوتا لہذا یہ وقف اختیاری کا محل نہیں ہے اور محل حسن میں کلام کے
 مفید ہونے کی وجہ سے اگر وقف اختیاری کی گنجائش بھی ہو پھر بھی وقف اختیاری درست نہ
 ہوگا اس وجہ سے کہ وقف اختیاری ایسی جگہ ہونا چاہئے جسکے مابعد سے ابتدا درست ہو
 اور محل حسن میں گو وقف درست ہو جائے مگر مابعد سے ابتدا درست ہی ہوتی ہے جس سے یہ نتیجہ
 نکلا کہ علامت لا محل حسن میں ہو جب بھی اس سے مراد لاوقف علیہ لینا غلط نہیں ہے معلوم ہوا کہ
 علامت لا کے محل حسن پر ہونے کو بنیاد بنا کر لاوقف علیہ کو غلط قرار دینا صحیح نہیں ہے نیز اگر
 لا ابتدا نہ پڑھی غور کیا جاتے تو اسکا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اس جگہ وقف بلا ضرورت نہ ہوگا البتہ
 ضرورت کی وجہ سے اس جگہ وقف کر لیا تو بعد سے ابتدا نہ ہوگی بلکہ اعادہ ضروری ہے اور اعادہ
 اسی وقت ضروری ہوتا ہے جبکہ غیر محل وقف میں وقف ہو گیا ہو۔ رہ گیا غلو کا کہ لاوقف علیہ

بعضی علماء کے ہوتے۔

کے قائلین اضطراب بھی یہاں وقف کو قبیح قرار دیتے ہیں تو انکا اس وجہ کو کہنا خود قائلین

لاوقف علیہ کے یہاں بھی صحیح نہیں ہے غلو سے صرف نظر کر کے اگر لا ابتدا منہ پر غور کیا جائے

تو وہی مفہوم لاوقف علیہ کا بھی ہے پھر لاوقف علیہ کو غلط قرار دینا کہاں صحیح ہے اور پھر

اسکی تردید کے بعد جس مراد کو بیان کیا جاتا ہے تو کیا لاوقف علیہ کے مفہوم میں داخل نہیں ہے؟

اگر اسکے جواب میں یہ کہا جائے کہ اس لاوقف علیہ سے محل حسن میں وقف کرنا ممنوع ہو رہا ہے

تو اسکی تصریح ابھی کی جا چکی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لا ابتدا منہ کے مفہوم سے اصول وقف

اقتیاری کے خلاف لازم آتا ہے لہذا لاوقف علیہ ہی صحیح ہے جو کہ لا ابتدا منہ کو بھی شامل ہے

اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ لاوقف علیہ جو گول دائرے پر ہے اس سے تو آیت پر وقف ممنوع قرار پاتا ہے

جو خلاف سنت ہے تو اسکا جواب گول دائرے کی تصریح کے تحت گذرنا کہ آیت پر اگر اتباع نبی

ﷺ میں وقف کیا جائے تو بلا اختلاف آیت پر وقف مستحب ہے آیت پر علامات وقف وصل

کا لحاظ اسوقت ہوگا جبکہ اتباع مقصود نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ گفتگو نیت اتباع کے علاوہ سے ہے

لہذا خلاف سنت ہونے کا اعتراض کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ زرکشی اپنی کتاب البرہان

صفحات ۲۵۲-۲۵۳ پر لکھتے ہیں کہ علماء نے آیت کی تورات میں بھی اختلاف کیا ہے اس اختلاف کی وجہ

یہ تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آیت کے اختتام سے آگاہ کرنے کیلئے نبی کریم ﷺ نے آیت کے

اختتام پر وقف فرمایا کرتے تھے جب صحابہ رضی اللہ عنہم آوا فرماتے تھے تو آپ ص آیت کو ملا

دیتے تھے جس سے سماع یہ خیال کرتا کہ شاید بیان آیت ختم نہیں۔ بحوالہ علوم القرآن ڈاکٹر صاحب

اس سے معلوم ہوا کہ آیت پر آپ ﷺ سے جس طرح وقف ثابت ہے اسی طرح

وصل بھی ثابت ہے معلوم ہوا کہ دونوں ہی سنت ہیں وقف بھی وصل بھی لہذا آیت پر لاوقف علیہ

سنت کا باعث قرار دینا صحیح نہیں ہے پھر خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت مجرب کی نماز

میں

اشکھواں سبق سکتہ کی تعریف اور اسکے احکام

آواز بند کر دینا اور سانس نہ توڑنا اسکو سکتہ کہتے ہیں^۱

سکتہ کے لغوی معنی **المنع** رک جانا خاموش ہو جانا جیسے **سکت الرجل عن الكلام** سکتہ دراصل ایک بیماری ہے جس میں انسان کی سانس کے جاری رہنے کے علاوہ بقیہ اعضاء کی حس و حرکت معطل ہو جاتی ہے جیسے آدمی انتقال کر گیا ہو مگر صرف سانس کا جاری ہونا اسکے زندہ ہونے کا پتہ دیتا ہے چونکہ اصطلاحی سکتہ میں بھی آواز بند ہو جاتی ہے جس سے تلاوت کے بند ہونے کا اندازہ ہوتا ہے مگر سانس کا جاری رہنا تلاوت کے جاری رہنے کی دلیل ہے اس وجہ سے تلاوت کی اس کیفیت کو قرآن کرام نے سکتہ کا نام دیا ہے یہ اسکے لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت ہے۔

سکتہ کی **تولفس** :- ہمارے مصنف علیہ الرحمہ نے جو تعریف بیان فرماتی ہے وہ اجمالی ہے **"انقطاع الصوت بلا تنفس"** اسکے علاوہ دیگر مصنفین نے **"بغير سانس لئ" ، قلیل لمحہ کے لئے آواز بند کرنا** لکھا ہے جس میں قلیل لمحہ کی قید کا اضافہ ہے ظاہر ہے کہ یہ قید بھی ضروری ہے کہ وقف کے توقف کی تاخیر سے سکتہ کے انقطاع صوت کی تاخیر کم ہی ہوتی ہے ورنہ وقف اور سکتہ کے مابین پھر کوئی فرق نہیں رہتا مگر چونکہ عموماً جریان نفس کے ساتھ آواز کا بند ہونا قلیل لمحہ کیلئے ہوتا ہے اسلئے اس قید کی خاص ضرورت نہ سمجھتے ہوتے اسکو حذف فرمایا چنانچہ خود مصنف احکام سکتہ بیان فرماتے ہوتے تحریر فرماتے ہیں **"سکتہ میں وقف سے کم تاخیر ہوگی مگر نہ اتنی کے سامع کو سکتہ کرنے کا علم ہی نہ ہو"** مذکورہ عبارت کم تاخیر ہوگی سے معلوم ہوا کہ

① سکتے کرتے وقت متحرک کو ساکن کرنا چاہتے اور دوزبر والی تنوین کو الف سے بدلنا چاہتے۔ ع

بقیہ صفحہ گذشتہ -

قلیل لمحہ کی قید مصنف کے مد نظر ہے مگر تعریف میں ضرورت محسوس نہ فرماتے ہوتے حذف کر دیا نیز کچھ لوگوں نے جدید سانس نہ لینے کی قید کا بھی اضافہ فرمایا ہے مگر ہمارے مصنف کی یہ تعریف اس قید کو بھی شامل ہے کہ جب سانس توڑی ہی نہ جائیگی تو جدید سانس کا سوال ہی کہاں رہا؟
فائدہ:- سکتے کی دو قسمیں ہیں لفظی و معنوی یہ تعریف دونوں کو شامل ہے باقی انکی علت کیا تو خود مصنف اسکو ایک فائدے کے تحت بیان فرمائیں گے۔

ع یہاں سے احکام سکتے بیان ہو رہے ہیں آپ نے ابھی پڑھا کہ سکتے کی دو قسمیں ہیں لفظی و معنوی تو یہ حکم سکتے معنوی کا ہے نہ کہ لفظی کیونکہ متحرک کو ساکن اور منصوب منون کو الف سے بدلنا مثلاً عوجاً سکتے قیما یہ وقف ہی کا حکم ہے اور سکتے معنوی ہی میں ایسا ہوتا ہے لفظی میں انکا اجراء جائز نہیں ہے۔

سوال :- اسمیں قارئین کرام کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ روایت مفصّل میں جو سکنات اربعہ مشہورہ ہیں وہ معنوی ہیں انمیں کوئی قیلا ایسا نہیں ہے جس میں متحرک کو ساکن کیا جاتے تو یہ قید زائد از ضرورت معلوم ہوتی ہے

جواب :- مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ قید زائد عن الضرورت نہیں ہے کیونکہ سکنات معنوی صرف سکنات اربعہ مشہورہ نہیں ہے بلکہ انکے علاوہ اتمہ وقف کے مقرر کردہ اور بھی سکنات ہیں نیز یہ گول دائرہ پر سکتے جائز ہے اور وہ معنوی ہی ہیں لہذا انمیں تو متحرک کو ساکن کرنا ہی ہوگا اسلئے کہ سکتے معنوی وقف کی طرح ہے مثلاً العلمین ۰ الرحیم ۰ وغیرہ تو جس طرح وقف العلمین کے نون کو

② سکتے میں وقف سے کم تاخیر ہوگی مگر نہ اتنی کے سماع کو سکتے کا علم ہی نہ ہو

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ساکن کیا جاتا ہے اسی طرح سکتے میں بھی ساکن کیا جائیگا یا ہر وہ سکتے معنوی جو اتمہ وقف کے مقرر کردہ ہیں اس میں بھی یہ قید ضروری ہے جیسے یصدر الرعاء ^{سکتے} و ابونا جسکا بیان اس سبق کے اخیر میں آئیگا معلوم ہوا کہ یہ قید نائد از ضرورت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ تھیکہ متحرک کو ساکن کرنا یہ مطلق سکنات معنویہ کہلاتے ہیں۔

فائدہ ۱۔ اس کتاب میں اکثر سکنات معنویہ ہی کے احکام کا بیان ہے خواہ سکنات معنویہ اربعہ واجبہ مشہورہ ہوں یا اتمہ وقف کے مقرر کردہ ہوں خواہ گول دائروں کے سکتے ہوں سب ہی کو یہ احکام شامل ہونگے۔

اس عبارت سے مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ سکتے میں آواز بند کرنے کی تاخیر وقف کی تاخیر سے کم ہی ہونی چاہئے اسلئے سکتے کی آواز بند کرنا کرام سے خوب مشق کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ سکتے موقوف علی المنقل و مقید بالسماع ادائیگی کا نام ہے تاہم تقریب فہم کہلاتے سکتے کی ذرا سی دیر کی تاخیر کو اتمہ کرام نے مختلف تعبیرات سے سمجھایا ہے جسکو محقق کبیر نے مفصل بیان فرمایا ہے یہاں چند تعبیرات بطور نمونہ کے لکھتا ہوں و قال لا شنانی سکتہ قصیرۃ۔ و قال مکی وقفۃ خفیفة۔ و قال ابن شریجہ و قیفة۔ ان تعبیرات سے تاخیر سکتے کی قلت بالکل واضح ہو جاتی ہے تھیکہ تاخیر وقف سے کم ہی ہوگی چنانچہ علامہ جعبری کی تعبیر سے اسکی مکمل وضاحت ہوتی ہے و قال الجعبری قطع الصوت زما فاقلیلا اقصر من زمن اخراج النفس لانه ان طال صار وقفا۔

فائدہ ۲۔ جیسوئے طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ سانس جاری رہنے کے ساتھ بغیر تاخیر کے آواز بند

۳) سکتے از قسم وقف ہے اس وجہ سے کیفیت وقف کے حکم میں ہے لہذا زیر اور پیش والی تنوین کو سکتے میں حذف کر دینا چاہتے ہیں

حاشیہ ص ۱۰۸ گذشتہ -

تو سکون ہے اور اگر وقف کی تاخیر کے برابر آواز بند رہے تو وقفہ ہے (سکتے طویل) اور اگر آواز کے بند ہونے کی تاخیر ان دونوں کے درمیان ہو تو سکتے ہے

فائدہ :- یہاں یہ جانتا بھی مفید ہوگا کہ سکتے کی تاخیر میں بھی کمی زیادتی ہوگی مثلاً ترتیل سکتے کی

تاخیر تندیر اُحد راسے زیادہ ہوگی اسی طرح حدّا سکتے کی تاخیر بہ نسبت ترتیل و تندیر کے کم ہوگی اور تندیر میں سکتے کی تاخیر دونوں کے درمیان رہے گی۔

عق ۱) اس سکتے سے مراد سکتے معنوی ہے نہ کہ لفظی اب اس حکم کو اس طرح سمجھیں کہ اس کتاب

کے پہلے ہی سبق میں یہ پڑھا کہ ٹھیکرنا (وقف) چار طرح پر ہے جن میں ایک سکتے بھی ہے یعنی سکتے

بھی وقف ہی کی ایک قسم ہے چنانچہ اس کے ٹھیکرنے کی کیفیت بھی کیفیت وقف کی طرح ہے یعنی جو حکم

وقف کا ہے وہ ہی حکم سکتے معنویہ کا ہے مثلاً وقف میں زیر اور پیش کی تنوین حذف ہو جاتی تھی

اس میں بھی حذف ہو جاتی تھی جیسے ولہم عذاب عظیم ○ ومن الناس وغیرہ میں

بکالت سکتے وقف کی طرح تنوین حذف ہو جاتی تھی اسی کو فرمایا کیفیت وقف کے حکم میں ہے

فائدہ :- اس حکم سے یہ معلوم ہوا کہ اسکے علاوہ بھی جو احکام وقف کے ہیں وہ سکتے میں بھی ہو گئے

مثلاً متحرک کو ساکن کرنا نیز وقف کے بعد ہزہ وصل کا یا تاقی رہنا وغیرہ جیسے نستعین ○

اھدنا۔

۳) جس طرح سکتہ موقوف علی الوصل سے اسی طرح سکتہ کا حکم بھی موقوف علی الوصل ہے یعنی وقف کرنے سے سکتہ کا وجوب اور جواز ساقط ہو جائیگا۔ ۵

۵ اس حکم کو سمجھنے سے پہلے سمجھیں کہ سکتات معنویہ تین طرح کے ہیں (جسکو ابھی اوپر پڑھا) انکا حکم یہ ہے کہ وہ واجب ہو یا جائز منجملہ اسکے چار مشہور تو واجب ہیں اور ائمہ وقف کے مقرر کردہ نیز گول دائروں کے سکتات جائز ہیں اب سمجھیں کہ سکتہ موقوف علی الوصل ہے یعنی سکتہ کا وجود وصل پر موقوف ہے یعنی سکتہ کی ادا وصل ہی ممکن ہے لہذا اگر وقف کر دیا جائے تو سکتہ کی ادا اور اسکا وجود ہی ناممکن ہے مثلاً عوجاً قیماً میں اگر عوجا پر وقف کر دیا جاتے تو سکتہ کا وجود ہی فتم ہو جائیگا۔ اور وہ ادا ہی نہ ہو سکیگا کیونکہ سکتہ کیلئے سانس کا جاری ہونا ضروری ہے اور وقف میں سانس تو ٹرنا ضروری ہے یعنی دونوں کے متضاد ہونے کی وجہ سے اجتماع ناممکن ہے جس سے معلوم ہوا کہ نفس سکتہ موقوف ہے وصل پر اور حکم اسکا موقوف ہے وجود سکتہ پر پس جب بحالت وقف سکتہ ہی نہ رہا تو حکم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً عوجا پر سکتہ واجب ہے لیکن اگر کسی نے وقف کر دیا تو اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ واجب کو چھوڑ دیا کیونکہ بوجہ وقف سکتہ رہا ہی نہیں تو واجب کہاں سے رہا کہ اسکے ترک کا سوال پیدا ہو۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جب وقف کی وجہ سے نفس سکتہ ساقط ہو گیا تو اسکا حکم واجب و جائز ہونا بھی ساقط و فتم ہو جائیگا۔

⑤ سکتہ کی حالت میں بھی روم و اشہام جانتے ہیں اگرچہ اداۃ بوجہ تکلیف سے مستعمل نہیں ہے۔ علا

علا اسکا تعلق سکنات اربعہ واجبہ سے نہیں ہے کیونکہ انہیں سے کسی میں روم و اشہام کرنا ممکن نہیں ہے جسکا حاصل یہ نکلا کہ اسکا تعلق اتمہ وقف کے سکنات اربعہ جاتزہ (جبکا بیان آ رہا ہے) میں بھی صد الرعاء سے اور آیات کے سکنات معنویہ سے ہے مثلاً الرعاء میں ہمزہ میں نیز آیت کے سکتے مثلاً دستعین میں نون جسکا حاصل یہ نکلا کہ اس حکم کا تعلق سکنات معنویہ جاتزہ سے ہے اس وضاحت کے بعد اس حکم کا مطلب یہ ہوا کہ حرف مسکوت علیہ پر ضمہ یا کسرہ ہو تو بوقت سکتہ روم و اشہام بھی جانتے ہیں کیونکہ سکتہ از قسم وقف ہے یعنی مثال مذکور میں حرف مسکوت علیہ ہمزہ یا نون کی حرکت کو ہلکی آواز میں پڑھ کر یا اسکو ساکن کر کے ہونٹوں کو گول کر کے بقدر تاخیر سکتہ آواز بلا سانس توڑے بند کر کے آگے پڑھنا بھی جانتے ہیں مگر ظاہر ہے کہ بحالت سکتہ روم و اشہام اداۃ تکلیف سے خالی نہیں ہے لہذا بلا ضرورت اس تکلیف کی ضرورت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ یہ معمول بہا نہیں ہے۔

⑥ سکتہ کرنا وہیں صحیح ہے جہاں سکتہ ثابت ہو لہذا ہر حرف ساکن پر
سکتہ ہو جانے سے احتراز کرنا چاہتے ہیں۔

سکتہ سکتات سے بعض وہ ہیں جو روایتاً ثابت ہیں اور بعض وہ ہیں جو روایتاً ثابت نہیں
ہیں جو روایتاً ثابت ہیں وہ سکتات اربعہ مشہورہ نیز سکتات لفظیہ جو بعض روایت و طرق
سے ثابت ہیں۔ انکے علاوہ جو روایتاً ثابت نہیں ہیں وہ اتمہ وقف کے مقرر کردہ سکتات
اربعہ نیز گول ڈاتروں پر کے سکتے یعنی مذکورہ چار قسموں پر سکتہ کرنا ثابت ہے انکے ماسوا دیگر
مقامات پر سکتہ کرنا جائز و درست نہیں بلکہ غلط ہے چنانچہ اکثر جہاں ساکن پر سکون کو تمام ادا
کرنے کے خیال میں سکتہ ہو جاتا ہے اس سے احتراز کرنا چاہتے ہیں۔

سکتہ کے حکم نمبر کے تحت آپ نے سکتہ و سکون میں مشابہت نیز اس میں جو فرق ہے

اسکو پڑھا جس سے یہ بات نہایت آسان ہو جاتی ہے کہ سکون کے انجیکس صوت میں اگر ذرا سی
تاخیر ہو گئی تو سکتہ ہو جانا یا سکتہ کی بو آ جانا یہی بات ہے کیونکہ دونوں کے انجیکس صوت کی
حد متصل ہے لہذا سکون کی حد سے ذرا تجاوز ہوا تو سکتہ ہو جائیگا اسی وجہ سے ہمارے مصنف
علیہ الرحمہ نے اس پر تلبیس فرمائی

فائدہ: - روایت مفصّل میں ساکن صحیح کے بعد ہوتے تو بطریق جزری سکتہ ہے

لہذا اس ساکن پر سکتہ لفظی ثابت ہونے کی وجہ سے سکتہ کرنا غلط نہ ہوگا چنانچہ جامع الوقف
کے قدیم نسخوں میں اس مغالطہ سے بچانے کیلئے یہ عبارت تھی "البتہ صرف صحیح ساکن کے
بعد ہمزہ آجاتے تو کوئی حرج نہیں سکتہ بطریق جزری جائز ہے اسی کو سکتہ لفظی کہتے ہیں"
بعد میں اس عبارت کو نکال دیا گیا۔

- ④ سکتے کرتے وقت حرف مدغم کو ظاہر کر کے پڑھنا چاہتے جیسے سکتے من راق وغیرہ
- ⑤ محل وقف پر سکتے جائز نہیں البتہ من علامات وقف پر سکتے مرسوم ہے وہاں جائز ہے اسی طرح آیت پڑھی سکتے جائز ہے جتنا

موضوع اس سکتے سے مراد بھی سکتے معنویہ ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے حکم نمبر ۲ کے تحت یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ من احکام کا اجرا وقف میں ہوتا ہے سکتے میں بھی انکا اجرا ہوگا کیونکہ سکتے معنوی وقف کے حکم میں ہے ایسا یہ سمجھئے کہ ادغام کے پہلے حرف کو مدغم سمجھتے ہیں اور ادغام اکثر دو کلموں میں ہوتا ہے مدغم اول کلمہ کا آخری حرف ہوتا اور مدغم فیہ کلمہ ثانیہ کا اول حرف ہوتا ہے لہذا ادغام کیلئے دونوں کلموں کا وصل ضروری ہے دوسرے لفظوں میں ادغام موقوف علی الوصل ہوتا ہے اسلئے اگر اول کلمہ کے اخیر پر وقف کر دیا جائے تو ادغام نہ ہوگا لہذا حرف مدغم کو وقف کی وجہ سے ظاہر کرنا ہوگا کیونکہ سکتے معنوی وقف کی طرح ہے لہذا اسمیں بھی بحالت سکتے حرف مدغم کو ظاہر کرنا ہوگا مثلاً من راق اور راق۔ نون مدغم ہے اور راء مدغم فیہ ہے تو جب من کے نون پر سکتے کریں گے تو اسکو ظاہر کرنا ہوگا اور نون مظهر کی طرح پڑھا جائیگا یعنی نون کے مخروج میں زبان تکمیل لگیگی اور فیشوم سے غنہ آئی ادا ہوگا اسکے برخلاف اگر اسکو ادغام کے ساتھ پڑھیں گے تو بسبب ادغام نون راء سے بدل جانے کی وجہ سے نون کے مخروج میں زبان بالکل نہ لگیگی۔

قائدہ:- محل وقف سے یہاں درمیان آیت میں مرسومہ علامتا وقف مراد ہیں یعنی جن جگہوں میں سکتے جائز ہے پس وہیں سکتے ہوگا لہذا ہر محل وقف پر سکتے کرنا جائز نہیں ہے یا تو سکتے مرسوم ہو یا ہر محل وقف ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں گول دائرہ بھی ہو تو سکتے ہو سکتا ہے ورنہ صرف علامت وقف پر چاہے قوی ہو مگر سکتے مرسوم نہ ہو یا آیت نہ ہو تو وہاں سکتے کرنا صحیح نہیں ہے معلوم ہوا کہ درمیان آیت میں سکتے

⑨ آیت پر روایت کیے جاتے ہیں البتہ اگر بلا لحاظ روایت کیے جاتے تو کوئی حرج نہیں۔ ع

بقیہ صفحہ مہتمتہ -

کی صحت کھیلنے ثبوت کی ضرورت ہے یعنی درمیانی آیت میں جہاں ثابت ہو صحیح اور جہاں ثابت نہیں صحیح نہیں۔

ع جو سکتات ائمہ وقف سے منقول و مروی ہیں انکو تو باعتبار روایت ادا کرنا چاہئے

مثلاً رعایت مقص میں جو سکتات واجب ہیں انکو روایت مقص میں ادا کرنا ضروری ہے ورنہ

کذب فی الروایت لازم آئیگا اور روایت ناقص رہے گی لیکن جو سکتات روایت ثابت نہیں

ہیں یعنی ائمہ قرأت نے انکو روایت نہ کیا ہو مگر ائمہ وقف نے علت کے تحت وہاں سکتے۔

کو کہا ہو تو ان جگہوں میں اعتقاد و نیت روایت کے ساتھ (یعنی اس نیت و اعتقاد سے

کہ یہ بھی ائمہ قرأت سے مروی و منقول ہیں) سکتے کرنا کذب فی الروایت ہے یہ جائز نہیں

لہذا ان جگہوں میں سکتے کرنا چاہئے تو بلا لحاظ و بلا نیت روایت کر سکتا ہے کیونکہ جو چیزیں

ائمتہ وقف سے ثابت ہوتی ہیں وہ ائمہ قرأت کے یہاں بھی معتبر ہوتی ہیں۔

فائدہ: - اس اندہ کلام کے سامنے کی جانے والی تلاوت کبھی بغرض مشق ہوتی ہے

اور کبھی بغرض تکمیل روایت اگر مقصود مشق ہو تو سکتات معنویہ جائزہ کر سکتے ہیں البتہ

تکمیل روایت کی غرض سے ہو تو جائز نہ ہو گئے کیونکہ یہ روایت ثابت نہیں ہیں۔

⑩ سکتے کی علامت 'س' ہے خواہ آیت ہو یا بلا آیت لیکن درمیان آیت میں سکتہ نہ مرسوم ہو تو نہ کرنا چاہتے۔

لفظ سکتہ کا مخفف و رزس ہے اب بعض مصاحف میں 'س' لکھی ہوگی اور بعض میں سکتہ ہوگا چاہے یہ آیت پر ہو جیسے عوجا سکتہ قیماً یا درمیان آیت میں جیسے کلابل سکتہ ران یہ عمل سکتہ ہے لہذا سکتہ ہوگا لیکن اپنے اسی بڑے حاکم تمام گول داتروں پر سکتہ جائز ہیں گو سکتہ مرسوم نہ ہو غلام جسکایہ ہو کہ درمیان آیت میں سکتہ کرنے کیلئے لکھا ہوا ہوتا ضروری ہے لیکن آیت پر لکھا ہوا ہونا کوئی ضروری نہیں لہذا آیت پر تو مطلقاً سکتہ ہوگا مگر درمیان آیت میں مرسوم ہونا ضروری ہے مرسوم نہ ہو تو جائز نہیں ہے۔

سوال - قارئین کرام کو یاد باریہ پڑھ کر کہ آیت پر سکتہ چاتر ہے خواہ مرسوم نہ ہو یہ سوال پیدا ہوتا ہوگا کہ لکھا ہوا نہ ہونے کے باوجود آیت پر سکتہ کا جواز کیوں؟

جواب - حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیفیت قرأت و تلاوت کو روایت فرماتی ہیں کہ کان اذا قرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم یقف الحمد لله رب العالمین ثم یقف الرحمن الرحیم ثم یقف الحدیث اس ثم یقف سے بعض لوگوں نے جہاں وقف اصطلاحی مراد لیکر ہر گول ڈاٹر سے پر وقف کو سنت قرار دیا وہیں بعض علماء نے اس سے سکتہ مراد لیکر یہ ثابت کیا کہ آپ ﷺ ہر گول ڈاٹر سے پر سکتہ فرماتے تھے محقق جزیری فرماتے ہیں کہ اس سکتہ مراد لینا صحیح ہو تو پھر ہر گول ڈاٹر سے پر سکتہ جائز ہے۔

فائدہ - تراویح میں اکثر ایسا سنا گیا ہے کہ حفاظ کرام آیت کے اخیر میں حرف کو نیت وقف سکتہ لکھتے ہیں مگر تیز رفتاری کی حرص سے سانس توڑے بغیر آگے پڑھتے ہیں بنا بریں نہ تو اسکو وقف کہا

- ۱۱) سکتے کرتے وقت وقف سے زیادہ تاخیر ہو گئی تو ایسا سکتے ناجائز ہوگا اسلئے
 کہ اسکی ادا موقوف علی النقل ہے اسی وجہ سے وقفہ کو سکتے کہنا جائز نہیں ۱۳ع
- ۱۲) حروف مد کے بعد سکتے کیا جاتے مثلاً الحمد لله رب العالمین ○ تو اس
 وقت مد کرنا بھی جائز ہے ۱۳ع

بقیہ صفحہ گذشتہ -

جائیکا اور نہ ہی وصل کہنا صحیح ہے اور چونکہ نیت سکتے کی ہوتی نہیں اسلئے یہ سکتے بھی نہیں لہذا اگر اوپر کی
 گنجائش کا سہارا لیکر سکتے کی نیت کر لیا جائے تو سکتے بھی صحیح ہوگا اور تلاوت کی روانی بھی برقرار رہے گی
 ۱۳ع حکم نمبر ۲ کے تحت تاخیر سکتے کے متعلق مفصل بحث گزری جس سے اس حکم کا سمجھنا سہل ہو گیا
 کہ سکتے کی متعین تاخیر سے مزید تاخیر کی سکتے میں گنجائش نہیں ہے لہذا مزید تاخیر ناجائز ہے۔

سوال - آگے فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے وقفہ کو انڈیجیب وقفہ بظاہر سکتے ہی ہے گو طویلہ ہی پھر تو اسکو
 سکتے کہنا کیوں ناجائز ہے؟

جواب - اسکا یہ ہے کہ وقفہ وسکتے باعتبار کیفیت کے متفق ہیں صرف تاخیر کی کسی زیادتی کا فرق ہے مگر
 دونوں میں پاتے جانے والے باریک فرق کی وجہ سے اصطلاحاً دونوں کو الگ الگ نام سے تعبیر کیا گیا ہے
 لہذا اصطلاحاً وقفہ کو سکتے کہنا جائز نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ دونوں پر لفظ سکتے کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر
 اصطلاحاً دونوں کو سکتے کہنا جائز نہیں ہے۔

۱۳ع اس سے مراد آیت کا سکتے معنویہ جائزہ ہے اور سکتے معنویہ وقف کے حکم میں ہے لہذا بوجہ سکتے
 وقف کی طرح کلہ کا آخر ساکن ہو جائیکا اور اسکو سکون عارض کھینکے اب اگر اسکے پہلے حرف مد ہے تو مد
 عارض ہوگا مثلاً العالمین کا تون بحالت سکتے ساکن ہو جائیکا جسکا سکون عارض ہے اس سے پہلے
 حرف مد ہے لہذا اس میں طول توسط قصر تینوں میں جائز ہیں مصنف نے اسکو مختصراً انداز میں فرمایا۔

۱۳) مد متصل پر سکتے کیا جاتے مثلاً یُصَدِّرُ الرَّاعِيَ تَوَاسٍ وَقَتَّ سَكُونٍ عَارِضٍ طَوِيلٍ بَعْدَ جَائِزٍ لَکِنِ قَصْرُ جَائِزٍ نَهِيں اَوْر مد منفصل میں بحالت سکتے مد جائز نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ -

مد کرنا بھی جائز ہے، جسم میں تینوں وجہیں بیان ہو گئیں اس طور پر کہ مد نام توسط و طول کا مد کرنا یعنی توسط و طول کرنا جائز ہے اور لفظ کبھی سے مد نہ کرنے کو یعنی قصر کے جواز کو بھی فرمایا ہے۔

۱۵) یہ حکم سکتے معنویہ کے متعلق ہے اور وہ وقف کے حکم میں ہے لہذا یُصَدِّرُ الرَّاعِيَ تَوَاسٍ وَقَتَّ سَكُونٍ عَارِضٍ طَوِيلٍ جیسی مثال میں بحالت سکتے ہمزہ ساکن ہو جائیگا (جسکا سکون عارض ہے) اب صرف مد کے بعد مد کے دو سبب جمع ہوتے ہمزہ اور سکون تو بوجہ ہمزہ اسمیں توسط ہوگا لیکن سکون کی وجہ سے اسمیں طول بھی جائز ہوگا گویا اسمیں توسط و طول دونوں وجہیں جائز ہیں۔

توضیح - یہ یاد رہے کہ توسط و طول کے بقدر مد کے بعد ہی سکتے آواز بند کرینگے۔

اب رہی یہ بات کہ جب بحالت سکتے ہمزہ کا سکون عارض ہے تو سکون عارض کی وجہ سے تو اسمیں قصر بھی جائز ہوتا ہے تو کیا یُصَدِّرُ الرَّاعِيَ تَوَاسٍ وَقَتَّ سَكُونٍ عَارِضٍ طَوِيلٍ میں قصر جائز ہے؟ جواب یہ ہے کہ قصر جائز نہ ہوگا کیونکہ اگر بوجہ سکون عارض قصر کو (سقوط مد) جائز قرار دیا جاتے تو عارض کی وجہ سے سبب اصلی ہمزہ کا الغارہ ایماں لازم آئیگا جو صحیح نہیں ہے دیکھتے سابق نمبر ۱۵ حکم نمبر ۲۱۔

فائدہ - مد متصل پر سکتے کا مسئلہ روایت فضض میں آئمہ وقف سے منقول سکتے اور گول داتروں کے سکتوں سے متعلق ہے مثلاً یَفْعَلُ مَا يَشَاءُ قَالَ رَبِّ وَغَيْرِہ میں سے معلوم ہو گیا کہ مد منفصل میں بحالت سکتے مد نہ ہوگا مثلاً فِترَہُیْ اَلْمِیْنِ جِبِ فِترَہُیْ پر سکتے کرینگے تو سکتے حکم میں وقف کے ہے لہذا میں طرح فِترَہُیْ پر وقف سبب کے نہ ہونے کی وجہ سے مد نہیں ہوتا اسی طرح سکتے میں بھی عمل مد کے بعد سبب مد کے نہ ہونے کی وجہ سے مد نہ ہوگا۔

۱۳) سکتے کر کے ابتدا ہی کرنا چاہتے بحالت سکتہ اعادہ جائز نہیں ۱۶
فائدہ - جہاں انفصال معنی کی وجہ سے وصل اور اتصال کلام کی وجہ سے وقف
مناسب نہیں ہوتا وہاں سکتہ ہی کرنے سے معنی کی وضاحت ہوتی ہے ۱۷

حاشیہ مہر گزشتہ -

فائدہ - اس سے مراد بھی سکتہ معنویہ جائزہ ہے کیونکہ روایت مفصض میں مد مفصل میں سکتہ
نہیں ہوتا اور جبکہ یہاں ہوتا بھی ہے وہ مد کے ساتھ ہوتا ہے قصر کے ساتھ نہیں اور وہ سکتہ لفظی ہے
فائدہ - مد مفصل کا سکتہ صرف گول دائروں کے سکتوں کے متعلق ہے۔

۱۶ مطلب یہ ہے کہ سکتہ کرنے کے بعد مابعد سے پڑھنا چاہتے اور بعد سکتہ کے کلمہ مسکوت
علیہ کا اعادہ کرنا جائز نہیں ہے مثلاً عوجاً ○ پڑھتے کر کے قیہا پڑھنا چاہتے نہ کہ عوجاً علت
اسکی یہ ہے کہ سکتہ سے کلمہ مسکوت اور اسکے مابعد والے کلمہ کے درمیان فصل کرنا ہے اب سکتہ
کے بعد پھر اسی کلمہ مسکوت علیہ کا اعادہ ہو تو سکتہ بے سود ہوگا۔

۱۷ اس وائدے میں علت سکتہ کو بیان فرمایا ہے کہ جب کلام میں دو متضاد پہلو ہوں تو
ظاہر ہے کہ بیک وقت دونوں کا اجتماع مشکل ہے لہذا صرف کسی ایک کی رعایت سے دوسرے
کا اہمال لازم آئیگا لیکن سکتہ ایک ایسی کیفیت ادا ہے کہ جو دونوں کی رعایت کر کے کسی بھی ایک
کے اہمال سے بچا لیتا ہے مثلاً عوجاً قیہا میں معنی اتصال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ اوصاف
سے متصف کتاب نازل فرمائی لہذا یہ معنوی اتصال متقاضی ہے وصل کا (جو وصل کا پہلو ہے)
لیکن بحالت وصل چونکہ عوجاً قیہا دونوں منصوب ہیں لہذا یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ قیہا عوجاً
کی صفت ہے لہذا وصل نہ ہونا چاہتے بلکہ وقف ہونا چاہتے کہ اندیشہ مغالطہ ختم ہو جائے
یہ پہلو ہے وقف کا اب جب مقام وقف وصل کا دونوں کا متقاضی ہے تو اب سکتہ کے علاوہ

کوئی ایسی ادا نہیں جس میں بیک وقت، طرفین کا لحاظ رکھے اسی طرح من مرقدا
 سکتے ہیں۔ ادا وعد الرحمان وصدق المرسلون یہ پیدایوم قیامت کے متعلق ہے
 اس اعتبار سے انہیں اتصال ہے لہذا وصل کا متقاضی مگر پھر مرقدا ہذا سے وصل میں اسکا
 اندیشہ ہے کہ کوئی ہذا کا تعلق مرقدا سے سمجھے جو ایک صریح مغالطہ اور مراد خداوندی
 کے خلاف ہے لہذا مرقدا پر وصل کے بجائے وقف کرنا چاہئے کہ اندیشہ مغالطہ نہ رہے معلوم
 ہوا کہ یہ مقام وصل کی طرح وقف کا بھی متقاضی ہے خلاصہ یہ ہے کہ دو متضاد تقاضے ہیں
 لہذا دونوں کی رعایت کیسے کی جاسکتی ہے اور اختیار کیا جائیگا اسی طرح وقیل من سکتے راق
 اور کلا بل سکتے ران میں ظاہر ہے کہ معنوی اعتبار سے اول میں من اور ثانی میں بل اپنے مابہ
 سے متعلق متصل لہذا وصل ہونا چاہئے مگر پھر وصل میں نون کارام میں اور لام کارام میں ادغام
 کرنا ہوگا جسکی وجہ سے من راق میں من اور راق کا اور بل ران میں بل اور ران کا
 فعال کے وزن پر ہونا متوجہ ہوتا ہے جو خلاف اصل و حقیقت ہے لہذا ان دونوں کا فصل ہونا
 چاہئے اس طرح دو متضاد تقاضے جمع ہونے کی وجہ سے دونوں کی رعایت کیسے کی جاسکتی
 ہے ہی موزوں ہوگا ان تمام سکتات کی وجوہات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ انہیں معنوی سمجھیں
 رکھ کر لے کیسے کی جاسکتی ہے یہیں جسکی وجہ سے انکو سکتات معنوی کہا جاتا ہے کسی کو حضرت
 قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جہاں انفصال معنوی کی وجہ سے وصل اور اتصال
 کلام کی وجہ سے وقف مناسب نہ ہو وہاں سکتے کرنے سے معنوی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۵) حروف مقطعات پر مثل حم ○ عشق سکتے کرنا جائز نہیں لہذا ان حروفوں کو ادا کرتے ہوئے خیال رکھنا چاہئے کسی حرف پر سکتے نہ ہونے پاتے البتہ میم پر بوجہ آیت سکتے جائز ہے ^{۱۸}

^{۱۸} حروف مقطعات۔ اوائل سور کے ان کلمات کو کہتے ہیں جو غیر مرکب و مقطوع پڑھاتے جاتے ہیں اور دیگر کلمات کے حروف کی طرح انکو مرکب پڑھنا ممنوع ہے مثل الم - حم - طہ۔ قا وغیرہ ایسے حروف کل چودہ ہیں جسکو صاحب روح العانی نے اس مجموعہ میں جمع فرمایا ہے نص حکیم قاطع لہ سراب چونکہ ان حروف کی ترکیب ممنوع ہے اور ہر ایک علیحدہ و قطع کے طور پر پڑھا جاتا ہے لہذا بوقت تقطیع امکان و اندیشہ سکتے کی وجہ سے ہمارے مصنف نے اس سے اجتناب کرنے کو فرمایا لہذا ان حروف کو ادا کرنے میں بوقت تقطیع تاخیر نہ ہونے پاتے جیسا کہ حرف ماکن سکون میں تاخیر ممنوع ہے ورنہ سکتے ہو جائیگا جو غیر محل میں ہونے کی وجہ سے غیر صحیح ہوگا لیکن اگر کسی حرف مقطعات کے اخیر میں گول دائرہ (آیت) ہو تو آیت پر سکتے معنویہ جائز ہے لہذا وہاں بوجہ محل سکتے جائز ہوگا جیسے الم ○ ال ○ کہ یخص میں میم۔ راہ۔ صاد پر البتہ جن قرار توں میں حروف مقطعات میں کے ہر حرف پر سکتے منقول ہے انہیں بوجہ روایت و نقل کے سکتے کرنا ضروری ہے ورنہ خلاف قرأت لازم آئیگا جیسا کہ ابو جعفر رذی کی قرأت میں ہے جامع الوقف کے قدیم نسخوں میں اس حکم کی عبارت یہ ہے کہ حروف مقطعات پر مثل حم ○ عشق سکتے کرنا روایتاً جائز نہیں لہذا اسمیں لفظ روایت زائد ہے جسکا مفہوم یہ ہوا کہ جن ائمہ قرأت کے یہاں ان پر سکتے روایت ثابت و منقول نہیں مثلاً بروایت بعض روایں میں پر سکتے یا اعتقاد روایت (روایت سمجھکر) جائز نہیں سمیو نہ روایت نہیں جسکا مطلب یہ ہوا کہ بلا لحاظ روایت سکتے کرنا جائز ہے حالانکہ روایت یا بغیر روایت مذکورہ

(۱۶) جن کلمات کے اخیر میں ہاتے سکتے ہے ان پر بجز آیت کے سکتہ کرنا جائز نہیں ہے
 اس قسم کے کلمات میں جو مندرجہ ذیل ہیں ① لَمْ يَتَسَنَّهٗ سورة بقرہ میں .
 ② اِقْتَدُوا سورة النعام میں ③ اِكْتَابِيْهٖ سورة حاقہ میں ④ حِسَابِيْهٖ سورة
 حاقہ میں ⑤ مَا لِيْهٖ سورة حاقہ میں ⑥ مُلْكَا نِيْهٖ سورة حاقہ میں ⑦ مَا هِيَ
 سورة القارعہ میں عنہ

یہ صفحہ گزشتہ -

درف میں کوئی سکتہ جائز نہیں چنانچہ ان حضرات کو کوئی اشکال نہ ہونا چاہئے جسکے پیش نظر قدم
 نسخ ہے یوں تو کتاب میں مذکورہ مسائل وقف کا تعلق جمیع قراءت سے ہو سکتا ہے مگر جہاں پر
 بناتے وقف و سکتہ وغیرہ وجوہات مختلفہ پایا ہوں وہاں روایت حفصؓ کو سامنے رکھکر قاعدہ بیان کیا
 گیا ہے جامع الوقف کے قدیم نسخوں میں اس حکم کی عبارت یہ ہے کہ حروف مقطعات پر
 مثل حَمْ عَسَق ۰ سکتہ کرنا روایتاً جائز نہیں مگر چونکہ مغالطہ اس سے یہ ہو رہا تھا کہ روایت
 حفصؓ میں مذکورہ مقامات پر تو سکتہ کرنا روایتاً تو جائز نہیں مگر بلا اعتقاد روایت اگر سکتہ
 کیا جاتے تو جائز ہے حالانکہ سکتہ ح ع اور س پر نہ روایتاً ثابت اور نہ تلاوۃً جائز ہے اس
 سے احتراز کرتے ہوئے لفظ روایتاً کو عبارت سے خارج کر دیا اگر اس عبارت کو مطلق رکھا جائے
 تو لفظ روایت کے اطلاق سے امام ابو جعفرؒ کے یہاں سکتہ ثابت مرویہ کا بھی انکار لازم آتا ہے
 اور یہی مغالطہ مذکورہ عبارت "سکتہ کرنا جائز نہیں" کے اطلاق سے بھی لازم آتا ہے
 مگر اس عبارت کا تعلق روایت حفصؓ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔

۱۹ ہاتے سکتہ اس ہاء کو کہتے ہیں جسکو اہل عرب وقفاً بعض کلمۃ موقوف علیہ کے آخری
 حرف کی حفاظت کیلئے اصل کلمہ پر زیادہ کرتے ہیں تعریف پر غور کرنے سے کچھ چیزیں بطور

بقیہ صفحہ گذشتہ۔

خاص مفہوم ہوتی ہیں ملاحظہ ہو فائدہ نمبر ۱

فائدہ (۱)۔ کلمہ موقوف علیہ کے اخیر کی حفاظت کیسے ہا، کا انتخاب اس

وجہ سے ہے کہ ہا، ایک ضعیف حرف ہے جس میں صفت فقاء (پوشیدگی کی صلاحیت) ہے جسکی وجہ سے اسکو خوب ظاہر کر کے پڑھا جاتا ہے جب اسکا اظہار ہوگا تو ماقبل کا حرف مکمل ظاہر ہوگا ہی جس سے ماقبل کے حرف میں نقص کا اندیشہ نہ رہے گا۔

فائدہ (۲)۔ اس حکم سے یہ معلوم ہوا کہ یہ سہمائی ہے قیاسی نہیں لہذا مخصوص کلمات سے

اسکا تعلق ہے یہ ہا، زائد علی الکلمہ ہوتی ہے پھر اسکا غشاء اذیری حرف کی حفاظت ہے کہ بوجہ وقف اسکی حرکت یا خود حرف میں کوئی نقص نہ آنے پاتے ہے پھر اسکا تعلق حالت وقف سے ہے لہذا قیاس یہ ہے کہ وصل اسکی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اسکو حذف ہو جانا چاہئے لیکن یہ وقف وصل دونوں حالت میں رہتی ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اسکا اصل تعلق توقف ہی سے تھا لیکن وصل اسکو اسوجہ سے پڑھا جاتا ہے کہ اتمہ رسم نے اسکو قرآن کریم میں لکھا ہے۔

اب چونکہ اسکے نام میں سکتہ ہے لہذا اسمیں سکتہ اصطلاحی کا توہم ہو سکتا ہے
تو مصنف نے اس توہم کو اس حکم کے ذریعہ ختم فرمایا کہ اسمیں سکتہ کرنا جائز نہیں ہاں
اگر کسی سکتہ کے بعد آیت ہو تو بوجہ آیت سکتہ معنوی جائز ہے جیسا کہ دیگر آیت پر جائز تھا
مثلاً لَمْ يَتَسَنَّهْ وَاقْتَدَا کے علاوہ بقیہ تمام پر بوجہ آیت سکتہ جائز ہے۔

فائدہ :- سکتے کی دو قسمیں ہیں سکتے لفظی سکتے معنوی ^{۲۱} سکتے لفظی وصل کے حکم میں ہے لیکن بروایت حفص یہ سکتے جائز نہیں ^{۲۲}

^{۲۱} چونکہ سکتے کی غرض دشواری کو دور کرنا ہے اور دشواری کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) معنوی لہذا سکتے کی بھی دو قسمیں رہ سکتی سکتے لفظی سکتے معنوی مثلاً اہل لسان کے یہاں ساکن صرح کے بعد ہمزہ کے آنے سے تلفظ دشوار ہوتا ہے جسکے حل کیلئے حرف ساکن سے تلفظ کے بعد صرف آواز بند کر کے تھوڑا سا توقف کیا جاتے تاکہ ہمزہ کی صفت شدت یا سانی ادا کیا جاسکے معلوم ہوا کہ موجودہ تلفظ کی دشواری سکتے سے آسان ہوتی گویا اصطلاحاً یہ سکتے تقویۃً لہمزہ ہوا یہ ہے سکتے لفظی جیسے

قَدْ أَخْلَجَ إِلَى نِسَانَ سَرِيضًا أَوْ وَالْأَرْضِ

فائدہ :- مگر یہ سکتے بطریق جزری منقول ہے بطریق شاطبی نہیں رہا مسئلہ معنوی رعایت میں

سکتے کے ہونے کا تو اسکا بیان ابھی اوپر فائدہ کے تحت گزرا۔

^{۲۲} سکتے لفظی کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اب اسکا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ وہ وصل کے حکم میں ہے یعنی کلمہ سکوت علیہ وصل کی طرح پڑھا جائیگا مثلاً وصلاتون حذف نہیں ہوتی تو اس سکتے لفظی میں بھی یہ تون باقی رہ سکتی یعنی نون ساکن کی طرح پڑھا جائیگا جیسے مَرِيضًا أَوْ وَرَنَ وقف میں یہ مبدل بالالف ہوتی ہے اسی طرح گول 'ة' جس طرح حالت وصل میں بھی 'ة' ہی رہتی ہے اور ہائے نہیں بدلتی اس سکتے لفظی میں بھی 'ة' ہی رہ سکتی ورنہ وقفا وہ مبدل بالہاء ہوتی ہے سکتے لفظی وصل

کے حکم میں ہونے کا یہی مطلب ہے "لیکن بروایت حفص یہ سکتے جائز نہیں" اس عبارت سے بظاہر تو ہم ہوتا ہے کہ روایت حفص کے دونوں طریق (طریق جزری و شاطبی میں یہ سکتے لفظی جائز نہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں بلکہ اس سے مراد صرف رعایت ^{۲۳} بطریق شاطبی (جو کہ مشہور ہے) ہے

۱۷) آیت پر نیز جو سکتے مرسوم ہیں وہ سکتے معنوی ہیں لہذا معلوم ہونا چاہئے کہ سکتے معنوی وقف کے حکم میں ہے۔^{۲۳}

۱۸) حفصؓ کی روایت میں ذیل کے چار کلمات پر سکتے واجب ہے ① سورہ کہف میں لفظ عوجا پر ② سورہ لیس میں مِنْ مَرْقِدًا پر ③ سورہ قیامہ میں قِيْلَ مَنْ بِر ④ سورہ مطفین میں كَلَّا بَلْ بِر^{۲۴}

بقیہ صفحہ گذشتہ -

ورنہ روایت حفصؓ بطریق جزری میں ساکن قبل ہمزہ پر سکتے کو ائمہ قرات نے بیان فرمایا ہے تفصیل کیلئے حاشیہ میں حوالات کتب مذکور ہیں البتہ مصنفؒ کا مطلق بیان کرنا ممکن ہے اسلئے ہو کہ اس طریق کو آپ ہی نے قواعد مکہ کے حاشیہ میں ضعیف اور غیر معمولی ہوا قرار دیا ہے تو اس طریق کے غیر مشہور اور طریق شاطبی (جس میں یہ سکتے نہیں ہے) کے مشہور اور زائج ہونے کی وجہ سے اسکی رعایت میں مطلقاً بیان فرمایا ہو۔

^{۲۳} حکم نمبر ۳ کے تحت اسکی تشریح گزر چکی۔

^{۲۴} مذکورہ سکتات اربعہ امام حفصؓ کی روایت بطریق شاطبی روایتاً منقول ہیں لہذا بطریق شاطبی روایت حفصؓ کی تلاوت کے وقت انکا ادا کرنا واجب و ضروری ہے مگر یہ وجوب و صلا ہے لہذا اگر کلمہ سکوت علیہ پر وقف کر دیا ہے تو پھر سکتے نہ رہنے کی وجہ سے اسکا وجوب بھی نہ رہے گا جیسا کہ حکم نمبر ۳ کے تحت اسکی تشریح گزر چکی البتہ اس جگہ یہ جاننا ضروری ہے کہ بحالت وصل انکا جو وجوب ہے وہ بھی بطریق شاطبی تلاوت کے وقت ورنہ بلا التزام طریق اگر روایت حفصؓ کو اسکے ہر دو طریق شاطبی اور جزری کے مطابق یا روایت حفصؓ کو صرف بطریق جزری پڑھا جائے تو چونکہ محقق کبیر علامہ جزریؒ سے سکتے اور عدم سکتے دونوں ہی منقول ہیں لہذا انکا ترک بھی جائز ہے۔

①۹ علامت وقف میں صرف من مرقداً نا پر سکتے واجب ہے اسپر اگر چه وقف لازم بھی ہے لیکن اگر وقف نہ کیا گیا تو سکتے کرنا واجب ہوگا۔ ۲۵

۲۵ علامت وقف میں صرف من مرقداً نا پر سکتے واجب ہے اس عبارت کو پڑھ کر اولاً یہ سوال پیدا ہوگا کہ اسکے علاوہ عوجاً ○ قیماً میں بھی تو علامت سکتے ہے پھر صرف من مرقداً کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ جواب اسکا یہ ہے کہ عوجاً قیماً پر علامت وقف سے گول دائرہ خ لیکن بیان علامت وقف میں گول دائرہ کے تحت گزرا کہ یہ نہ تو علامت وقف ہے اور نہ ہی علامت وصل لہذا اب علامت وقف پر سکتے کو من مرقداً نا کے ساتھ خاص قرار دینا صحیح ہے فائدہ :- اس حکم میں ایک ایسی پیچیدگی ہے جو عموماً لوگوں کو پیش آتی ہے وہ یہ کہ من مرقداً نام سکتے خدا میں مہم علامت وقف لازم ہے جسکی وجہ سے وقف کرنا ضروری ہے دوسرا سکتے واجب ہے سب سے موقوف علی الوصل ہونے کی وجہ سے وصل کرنا ضروری ہے لہذا بظاہر انہیں سے ہر ایک کی اداء دوسری (ضروری) کے ترک کو مستلزم ہے جو باعث اضطراب ہے اسکو مصفر رو نے بڑے مختصر انداز میں حل فرمایا ہے اگر چه وقف لازم بھی ہے لیکن اگر وقف نہ کیا گیا تو سکتے کرنا واجب ہوگا جسکا حاصل یہ ہے کہ وقف لازم پر وقف کرنا ضروری ہے مگر نہ ایسا کہ اسکا ترک جائز نہ ہو۔

جیسا کہ امام جزیری فرماتے ہیں وَكَيْفِي فِي الْقُرْآنِ مِنْ وَقْفٍ وَجِبَ لِهَذَا لِوَجْهِ سَكْتَةٍ وَقْفٍ نَهَى كَرَكِهِ وَصَلْ كَرْنَا بَعْدَ صَحِيحٍ هُوَ وَأَوْرَسَكْتَهُ كَاتَحَقُّقٍ وَأَوْرَبُ تَحَقُّقٍ كَسَا وَجِبَ اس وقت ہے جبکہ وصل کیا جاتے لہذا اگر بجائے وصل کے وقف کیا جائے تو سکتے ہی نہ ہوگا اور جب سکتے نہیں تو واجب کیسے ہوگا

فوائد مکبہ ہمزہ کا بیان صفحہ ۲۱ اتحاف فی فضائل البشر باب الساکن قبل الہمزہ صفحہ ۶۱ -

استاذ عشرہ کی تصنیف الفوائد السکونہ للقرارات العشرہ صفحہ ۷۲ الہدیب فی القراءات العشرہ صفحہ ۷۳

②۰ اُمرو وقف سے درمیان آیت میں صرف چار جگہ سکتے جاسکتے ہیں ① سورہ اعراف
میں ظَلِمْنَا اَنْفُسَنَا ② سورہ اعراف میں اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا ③ سورہ یوسف
میں اُخْرِضْ عَنْ هَذَا ④ سورہ قصص میں يُصَدِّرَ الرِّعَاءَ ⑤

بقیہ صفحہ گذشتہ -

جس سے معلوم ہو کہ اگر علامت ہم پر عمل کرتے ہوئے وقف کیا تو بھی کوئی حرج نہیں اور سکتے واجبہ کے شرک کو
مستلزم نہیں کیسے توجہ میں دونوں میں سے کسی بھی ایک پر عمل کرنا کسی پر لیشانی کا باعث نہیں اس گفتگو
سے معلوم ہو کہ اس مقام وقف اور سکتے دونوں ہی صحیح ہیں مگر سکتے اولیٰ ہونا چاہئے اسلئے کہ سکتے کرنے سے
من وجہ وقف ہونے کی بنا پر مقصد وقف بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ حکیم الامت حضرت اقدس مہتمم خانوی ر 7۔
امداد الفقہاوی جلد اول میں فرماتے ہیں کہ میر نزدیک اسمیں کوئی تقاض نہیں کیونکہ وقف لازم کا حاصل یہ ہے
کہ وہاں فصل ہونا چاہئے جو بعد اسکے کہ وصل سے ایہام تصاد معنی ہوتا ہے اور یہ فرض سکتے سے بھی حاصل ہو
جاتی ہے پس وقف یا اعتبار قطع نفس کے ضروری نہ ہوگا اس طور پر تقاض نہ رہا۔

②۱ سکتے کی غرض کے تحت پڑھا تھا جہاں کلام میں اتصال و انفصال دونوں جمع ہوں یعنی من وجہ وہ
اپنے مال سے متصل ہوں اور من وجہ من منفصل تو ایسے موقع پر سکتے ہی کرنے سے دونوں کی رعایت ہو سکتی ہے
سکنتات اربعہ واجبہ کی معنوی علت بھی ہے ائمہ وقف نے ان مقامات اربعہ کے علاوہ اور چار جگہوں میں بھی
اس علت کی وجہ سے سکتے وضع فرماتے ہیں چونکہ انکی بنیاد سکتے کی علت صحیحہ پر ہے اسی لئے ائمہ قرأت کے
زودیک ان مقامات اربعہ میں سکتے کرنا معتبر ہے لہذا ان پر سکتے کرنا جائز ہے

②۲ ظَلِمْنَا اَنْفُسَنَا یہ تو انسانی فعل ہے اسکے بعد وَاذَنْتُمْ تَغْيِرْنَا کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے ان
دونوں کا باعتبار تعلق کے علیحدہ ہونا علت وقف ہے لیکن اس اعتبار سے کہ یہ دونوں قائلو کا قول ہے جو علت
وصل ہے نتیجہ دو منقاد علیتیں و تقاضے جمع ہو جسکا حل سکتے ہی ہے لہذا ائمہ وقف ان پر سکتے وضع فرمایا۔
اسی طرح بقیہ مثالوں کو اس پر قیاس کر لیا جائے۔

تبیہ مکات سنکتہ

- ① من مواقع ہمائمہ وقف کے نزدیک سنکتہ جاتز میں انکو روایت نہ کرنا چاہئے ورنہ کذب فی الروایت لازم آئیگا البتہ بلا لحاظ روایت سنکتہ کرنا جاتز ہے۔
- ② آیات پر سنکتہ چونکہ بغرض الاعلان جاتز ہے اسلئے یہ نہ ہونا چاہئے کہ کسی آیت پر سنکتہ کیا جاتے اور کہیں نہ کیا جاتے۔

انہ وقف سے جو چاہئے سنکتہ ثابت ہیں وہ امام مفضلؒ دیگر اختلافات کی طرح مروی نہیں ہیں لہذا روایت جھکرا سپر سنکتہ کرنا بالکل جاتز نہیں ہے کیونکہ روایت سنکتہ کرنا کذب فی الروایت ہے کہ جو چیز روایت ثابت نہیں تھی اسکو روایت قرار دینا محرام ہے لیکن چونکہ متاخرین علماء ووقفانے معنوی وضاحت کیلئے انکو وضع کیا ہے اور اسی وجہ سے علماء نے انکو معتبر قرار دیا ہے لہذا بلا اعتقاد روایت کرنا جاتز ہے اور لفظ جاتز سے یہ بھی سمجھیں یا کہ انکا ترک بھی صحیح ہے اور یہی انکے غیر ہونے کی دلیل ہے ورنہ ترک روایت جاتز نہیں ہوتا۔

جیسا کہ علامت وقف کے بیان میں آپ نے بڑھا کہ گول دائروں پر آپ ﷺ سے جو وقف کے ٹھونڈا منقول ہے وہ آیت یا جزو سورت کی تکمیل بتلانے کیلئے تھا اور جس روایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آیت پر آپ ﷺ کا وقف فرمانا ثابت ہے اسی وقف کو بعض لوگ سنکتہ قرار دیتے ہیں لہذا چاہئے وقف ہو یا سنکتہ مقصد میں دونوں متحد ہیں کہ آیت بتلانے کیلئے آپ ﷺ گول دائروں پر سنکتہ فرماتے تھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ آیت کے اختتام کے بتلانے کیلئے وقف یا سنکتہ دو ذریعہ ہیں لہذا جب اختتام آیت بتلانے کیلئے سنکتہ کو اتباع سنت کی غرض سے اختیار کیا جاتے تو اسکا خیال رکھنا چاہئے کہ تمام ہی آیت پر

۳) سکتہ نہ بلا ثبوت جائز ہے اور نہ بلا ضرورت سکتہ کرنا بہتر ہے۔^۲
 ۴) سکتہ کرتے وقت ہمزہ یا ہا کی آواز نہ ظاہر ہونے پاوے ورنہ ایک حرف کی زیادتی لازم آئیگی۔^۲

۵) جو مشہور ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات جگہ سکتے ہیں یہ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔^۳

سکتے ہوں ورنہ جن آیات پر سکتہ کی چٹا وصل ہوگا تو اس سے اختتام آیت کا پتہ نہ چلیگا جو صحیح نہیں ہے۔^۲
 اس حکم میں سیکھایا کہ سکتہ کرنا اسی جگہ صحیح ہے جہاں سکتے ثابت ہوں خواہ ثبوت سکتہ لفظ پر جیسے سکنات لفظیہ یا معنی ہو جیسے سکنات اربعہ واجبہ ائمہ وقف کے سکنات اربعہ جائزہ اور سکنات آیت اٹکے ثابت ہونے کی وجہ انہر سکتہ صحیح ہے پھر فرمایا کہ نہ بلا ضرورت سکتہ کرنا بہتر ہے اولاً اسکا تعلق سکنات واجبہ اربعہ کے علاوہ سے ہے لہذا اب اسکے علاوہ جو سکنات معنویہ جائز ہیں اگر معنوی وضاحت یا اعلان مقصود نہ ہو تو سکتہ کرنا چاہئے۔

۲) یہ ایک غلطی ہے جسکا تعلق سمناء سے ہے جس سے اجتناب فروری ہے ورنہ سخن جلی لازم آئیگی۔

۳) لوگوں میں مشہور ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات مواقع ایسے ہیں کہ اگر انکو وصل پڑھا جائے تو کلمہ اولیٰ کا آخری حرف اور ثانیہ کا اول حرف مگر شیا طین کے نام بتتے ہیں اور نعوذ باللہ سورہ فاتحہ اسکے نام بیان کرنے سے لے تو ہے نہیں لہذا اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان پر وصل نہ کیا جائے مگر کلمہ اولیٰ کے آخری حرف کو سکتہ کے ذریعہ کلمہ ثانیہ کے اول حرف سے جدا کر دیا جائے جو یہ ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے دُلُّ اللّٰہِ رَبِّہِ سے ہر پ۔

مَا لِكِ يَوْمَہِمْ سے کیوں۔ اَيَاكَ نَعْبُدُ سے کتہ۔ اَيَاكَ نَسْتَعِينُ سے کنس۔ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ سے قَل۔ اَلْمَعْصُوبِ عَلَیْہِمْ سے بعل اسی کو مصنف نے بالکل غلط اور بے اصل قرار دیا جیسا کہ ملا علی قاری شرح جزئی میں فرماتے ہیں کہ یہ صاف غلطی ہے قرآن کریم سے کہیں ثابت نہیں ہے لہذا یہ بے اصل ہے۔

نواں سبق

سکوت کی تعریف اور اسکے احکام

وقف کرنے کے بعد قرآن کے متعلق کسی ضرورت سے ابتدا کرنے میں جو تاخیر ہو اسکو سکوت کہتے ہیں۔

① سکوت میں بھی وقف کی طرح ابتداء اور ارادہ قرأت فروری ہے سکوت کے بعد ابتداء نہ کی گئی یا بحالت سکوت کسی دوسری طرف ذہن منتشر ہو گیا یا ارادہ سے منقطع ہو گیا تو سکوت نہ ہوگا۔

بقیہ ماشیہ عہد کا۔

اور قرآنِ عظیمی ہے سورہ فاتحہ میں آیات کے علاوہ کہیں سکوت ثابت نہیں

فائدہ :- ان سکوتوں کو تفہیم کی فرض سے ادا کر کے جلدانا زیادہ مفید ہوگا۔

سکوت کے لغوی معنی المنع چنانچہ محاورہ عرب میں کہا جاتا ہے "سکت الرجل عن الکلام" آدمی کلام سے رک گیا یہی ایک قسم کا وقف ہے چنانچہ حضرت مصنف نے کتاب کی ابتدا میں فرمایا تمنا ٹھیکرنا اور کرنا اصطلاح قرآنیہیں چار طرح پر ہے البتہ ٹھیکر نے کی کیفیت کے مختلف ہونے کی وجہ سے انکے نام بھی مختلف ہیں۔

تعریف :- متن کی تویف پر غور کرنے سے کچھ اہم باتوں کا انکشاف ہوتا ہے

① وقف کرنے کے بعد تاخیر وقف سے زیادہ تاخیر کا نام سکوت ہے ② مزید تاخیر صرف ضرورت قرآن

کیسلیے ہونی چاہئے ③ ابتدا کرنے میں الخ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بوقت وقف ابتدا کا قصد ضروری ہے

④ ابتدا کرنا ضروری ہے ⑤ قرآن سے متعلق الخ سے معلوم ہوا کہ توقف مکمل ضرورت قرآنی سے معلوم ہونا

سکوت کی تویف کے بعد اب اس سے متفرع ہونے والے احکام کو بیان فرما رہے ہیں۔

② سکوت جمیع احکام میں مثل وقف کے ہے حتیٰ کے باوجود تاخیر مزید ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ

جنکو پورا سمجھتے کہ سکوت کی دو قسمیں ہیں ① سکوت حقیقی ② سکوت اتفاقی۔

مذکورہ حکم سکوت حقیقی سے متعلق ہے کہ اسمیں قبل از سکوت نیت و ارادہ سکوت نیز بعد از سکوت آگے تلاوت ہونی چاہئے گو یا صحت سکوت حقیقی کیلئے یہ دو کرن ہیں لہذا انہیں سے ایک کا بھی فقدان سکوت کو ساقط کر دینا اور یکا ان یکاتے سکوت کے قطع ہو جائیگا۔

متن میں سکوت کے ساقط ہونے کی مجموعی طور پر تین ٹیکسیں بیان فرمائی۔

① بوقت سکوت آگے پڑھنے کا ارادہ تھا مگر بعد از سکوت تکمیل ارادہ نہ ہوا اور ابتداء نہ کی جس سے معلوم ہوا کہ صحت سکوت کیلئے صرف ارادہ کافی نہیں بلکہ تکمیل بھی ضروری ہے۔

② دوران سکوت ذہن فرودت قرآنی سے ہٹ کر کسی اور چیز کی طرف منتقل یا متوجہ ہو گیا سے معلوم ہوا کہ سکوت کی مکمل تاخیر فرودت قرآنی سے مصروف ہونی چاہئے۔

③ بوقت سکوت آگے تلاوت و قرأت کا ارادہ تھا مگر پھر ارادہ منسوخ ہو گیا اور آگے نہ پڑھا یعنی قطع قرأت کے ارادہ کے ساتھ عمل کا بھی اجتماع ہو گیا تو سکوت نہ ہوگا بلکہ قطع ہو جائیگا۔

اس کے بیان میں اس قسم کی عبارت گزری ہے کہ جن احکام کا اجراء وقف میں ضروری ہوتا ہے مثلاً وقف میں حرف متوفی کو ساکن کرنا۔ زبر کی تونین کو الف سے بدلنا۔ گولہ کو ہاء ساکن سے بدلنا۔

سائنس و آواز کا منقطع ہونا وغیرہ ان سب ہی احکام کا اجراء سکوت میں بھی ضروری ہے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ احکام میں دونوں مشترک ہیں۔

حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حکماً اشتراک یہاں تک ہے کہ جس طرح وقف سے بعد ابتداء

- ۳) سکوت کے توقف اور تاخیر کی اگرچہ کوئی حد نہیں جبکہ ذہن نہ منتشر ہوتا ہم طویل سکوت مناسب نہیں اسلئے کہ وقف اور سکوت سے قرأت افضل ہے۔
- ۴) سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے تاہم کلام اجنبی سے سکوت جاتا رہے گا۔

بقیہ صفحہ گذشتہ۔

کرتے وقت استعاذہ کی حاجت نہیں ہوتی سکوت کے بعد بھی استعاذہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔
 فائدہ: مصنف علیہ الرحمہ کی اس تعبیر سے جہاں اشتراک حکمی کا پتہ چلتا ہے وہیں سے سکوت کا حکم معلوم ہو گیا کہ بعد از سکوت یا وجود تاخیر مزید استعاذہ نہ ہوگا۔

مطلب اس حکم کا یہ ہے کہ ضرورت قرآنی میں منہمک ذہن کے ساتھ سکوت کے توقف کو طویل کیا جاسکتا ہے اسکی اجازت ہے اور طویل سکوت کے باوجود بوقت ابتداء جدید استعاذہ کی ضرورت نہیں ہوتی مگر پھر بھی سکوت اور خاموشی سے تلاوت و قرأت ہی افضل ہے کہ وہ ثواب کا باعث ہوتی ہے اس پر طالب علمانہ اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ توقف بھی تلاوت سے متعلق ہونے کی وجہ سے کالتلاوت و کالقرأت ہوتا ہے؟

جواب ۱۔ اسکا یہ ہے کہ یہ توقف بوجہ تلاوت باعث ثواب ہے اگر کسی توقف کا تعلق تلاوت سے نہ ہوتا تو باعث ثواب نہ ہوتا معلوم ہوا کہ تلاوت کے ساتھ تعلق ہی کی وجہ سے اسکو کالتلاوت قرار دیا ہے ورنہ اصل باعث ثواب تو تلاوت ہے اور جو اصل ہوتا ہے اسکو غیر اصل اور تابع پر فضیلت ہوتی ہے لہذا تلاوت سکوت پر افضل رہے گی گو ثواب سکوت پر بھی ملیگا۔

ظاہر ہے کہ اس سے مراد سکوت حقیقی ہے کہ قبل از سکوت اس کے تلاوت جاری رکھنے کا ارادہ تھا مگر دوران سکوت قرأتی کے سوا اور بات کر لی تو سکوت جاتا رہے گا بلکہ قطع ہو جائیگا لہذا بوقت ابتداء جدید استعاذہ ضروری ہے خواہ کلام اجنبی مختصر ہو اور فوراً ابتداء کی جائے۔

⑤ وقت گزرنے یا جگہ بدلنے سے سکوت کا حکم ساقط نہ ہوگا بشرطیکہ ذہن دوسری طرف منتقل نہ ہو مثلاً پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہی یا بھولنے پر قرآن مجید دیکھنے کیلئے دوسری جگہ جانے کی ضرورت پڑی تو کوئی حرج نہیں یہ سبھی سکوت کے حکم میں آئے۔

⑥ قاری وقف کرنے کے بعد تجویذ و قرأت کے کسی مسئلہ کی طرف متوجہ ہو جائے یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے لگے بشرطیکہ وعظ کہنا مقصود نہ ہو تو ان صورتوں میں بھی سکوت ہی ہوگا۔

⑦ مشق کرتے کرتے وقت سننے سنانے کی وجہ سے درمیان قرأت میں جو تاخیر ہوگی وہ بھی سکوت ہی ہوگا۔

⑧ سکوت کی حالت میں کسی لڑکے پر پڑھنے کیلئے تنبیہ کی گئی ہے تو صحیح ہے ورنہ تنبیہ کے وقت اگر کوئی کلام نجس نکل گیا تو سکوت کا حکم ساقط ہو جائیگا۔

تاخیر مدید یا تبدیلی مجلس کے سبب تبدیلی حکم (قطع) کا توہم ہو سکتا تھا مضاف علیہ الرحمہ نے مذکورہ نمبر سے اسکا ازالہ فرمایا کہ جب تک شرائط سکوت باقی ہیں وہاں تک تاخیر مدید اور تبدیلی مکان سے حکم پر کوئی اثر نہ ہوگا یعنی سکوت ہی رہیگا۔

ان سب احکام میں تقریباً اسی بات کو بیان فرمایا ہے کہ سکوت کی صحت کیلئے سکوت کا دائرہ سکوت (جبکہ بیان شروع میں ہوا) میں محدود و محصور ہونا ضروری ہے ورنہ پھر قطع ہو جائیگا اور بوقت ابتداء جدید استعاذہ ضروری ہوگا۔

یعنی مشق کے درمیان کسی غلطی کے متعلق سوچنے لگا یا استاد کشاگرد کو سننے کے دوران کسی غلطی پر روک کر کوئی قاعدہ یا اسکی وجہ دریافت کرنے کی وجہ سے ابتداء کرنے میں جو تاخیر ہوگی وہ سب سکوت ہی ہے لہذا بوقت ابتداء جدید استعاذہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

۸) سکوت کی حالت میں کسی لڑکے پر پڑھنے کیلئے تنبیہ کی گئی ہے تو صحیح ہے ورنہ

تنبیہ کے وقت اگر کوئی کلام فحش نکل گیا تو سکوت کا حکم ساقط ہو جائیگا۔

۹) منافی قرأت سے سکوت کا حکم جاتا رہتا ہے لہذا ابتدا کرتے وقت پھر استعاذہ

کرنا چاہئے۔

۱۰) وقف اضطراری کی حالت میں تاخیر مزید ہوتی تو اس صورت میں بھی سکوت ہی

ہوگا بشرطیکہ ایسی ضرورت میں نہ مشغول ہو جس سے منافی قرأت لازم آئے۔

۹ مطلب یہ ہے کہ تنبیہ چونکہ قرآن کریم ہی کیلئے ہوتی ہے وہ سکوت میں داخل ہے اور اسکی

اجازت ہے مگر پھر اس میں حد سکوت (متعلقات قرآن) سے تجاوز کیا تو سکوت ساقط ہو کر قطع ہو جائیگا

اور جدید استعاذہ لازم ہو جائیگا اور فحش کلام چونکہ ایک شیطانی عمل ہے جس سے ابتداء ہی میں پناہ

مانگی تھی لہذا اب اسکے اعادہ سے استعاذہ کا اعادہ ضروری ہوگا نیز یہ ایسا کلام جو اگر فحش نہ

تھا مگر قرآن سے متعلق نہ ہونے کی وجہ سے جدید استعاذہ کو لازم کرتا تھا تو فحش کلامی سے تو بدرجہ

اولی جدید استعاذہ واجب ہوگا۔ لہذا اسکا خیال ضروری ہے۔

منافی قرأت وہ چیز جو قرأت سے روک لے مثلاً کلام اجنبی کرنا (یعنی وہ بات کرنا جس کا

تعلق قرآن کریم سے نہ ہو) یا نیند لگ جانا یا ذہن کا دوران سکوت کسی اور طرف منتقل ہو جانا یا کسی

اور مشغلہ میں پڑ جانا یا بلا وجہ سکوت کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب منافی قرأت ہیں تو اگر انہیں سے کوئی

چیز پیش آئی تو سکوت ختم ہو کر بوقت ابتدا جدید استعاذہ کو لازم کرئیگا۔

یعنی سکوت کی کوئی حد نہیں ہے البتہ شرط کا وجود ضروری ہے۔

⑪ کسی آیت کی تکرار یا کسی سورت کو بار بار پڑھنے کی وجہ سے دوسری آیت یا دوسری

سورت کے شروع کرنے میں جو تاخیر ہوگی وہ سکوت نہیں ہے بلکہ وہ عین قرأت ہے ^{۱۱ع}

⑫ بلاوجہ سکوت اختیار کرنے سے سکوت صحیح نہ ہوگا لہذا ایسے غلط سکوت سے احتراز کرنا

چاہئے تاکہ قرأت فوت نہ ہونے پائے ^{۱۲ع}

⑬ سکوت بھی اگرچہ از قسم وقف ہے لیکن سکوت ہمیشہ آیت ہی پر کرنا چاہئے۔ ^{۱۳ع}

^{۱۴ع} کسی مقصد کے تحت کسی آیت کا یا کسی بھی سورت کا تکرار سکوت نہیں ہے اسلئے سکوت قرآنی ^{۱۴ع}

سے وقف سے زیادہ دیر کیلئے فاسوس ہونے کو کہتے ہیں جب یہاں قرأت و تلاوت بند ہوتی ہی نہیں
پھر سکوت کا کیا سوال بلکہ وہ قرأت ہی ہے۔

^{۱۵ع} تلاوت میں وہی خموشی معتبر اور داخل قرابت (باعث ثواب) ہے جو قرأت یا تلاوت ہی

کی غرض سے ہو لہذا بلاوجہ کی خموشی قطع ہے جو آداب تلاوت کے خلاف ہے اور جدید استعاذہ کی ^{۱۵ع}

اس سے مراد سکوت حقیقی ہے اسمیں محل سکوت کے ساتھ ساتھ اس مقالطہ کا اتنا لہ فرمایا کہ سکوت بھی

وقف ہی ہے (البتہ یہ وقف طویل ہے) اور چونکہ وقف تو ہر کلمہ غیر موصول کے اخیر میں کیا جا سکتا ہے

چاہے آیت پر ہو یا درمیان آیت سے بظاہر تو ہم ہوتا ہے کہ سکوت بھی آیت و درمیان آیت دونوں میں

ہونا چاہئے لیکن صحیح نہیں کیونکہ جب نفس وقف کیلئے ایسا محل ہونا چاہئے کہ جہاں تعلق کسی

درجہ میں قائم ہو تو سکوت جو کہ وقف طویل ہے اسکے لئے اس سے بھی اچھا محل ہونا چاہئے اور ایسا محل

کم از کم آیت ہے نیز ہر آیت سورت کیلئے بمنزلہ جزء سورت ہے لہذا سکوت کیلئے کم از کم ایک

جزء کا تعلق تمام ہوا سلتے سکوت و درمیان آیت میں اس جگہ صحیح نہیں جہاں کوئی علامت وقف بھی

نہ ہو البتہ اس حکم کا تعلق سکوت حقیقی کے ساتھ ہے ورنہ بھول جانے یا اچانک کھانسی آنے سے جو بلا

۱۳) سکوت علامات وقف پر تہ نہیں اور درمیان آیت میں جائز نہیں ہے۔

۱۵) موضع سکتہ پر سکوت جائز نہیں اسلئے کہ یہ محل وقف ہی نہیں ہے۔

تنبیہ: تلاوت کرتے وقت کوئی دوسرا شغل نہ ہونا چاہئے خلاف ادب ہے لہذا سکوت کی حالت میں چار اور پان وغیرہ کا استعمال مناسب نہیں اور اگر قرأت میں خلل واقع ہو تو اس وقت سکوت ہے۔

اختیار سکوت ہوتا، وہاں درمیان آیت میں بھی بوجہ اضطرار سکوت صحیح ہے اسی لئے متن میں سکوت کرنا اسکا لفظ ہے ورنہ بجائے سکوت کرنے کے ہونا چاہئے تھا۔

۱۵) یعنی وہ علامات وقف جنگو اگر وقف نے وضع فرمایا، اور درمیان آیت میں ہیں اب یا تو وہ قوی ہونگی

یا ضعیف اگر ضعیف ہیں تو وہ محل سکوت نہیں اسلئے کہ اسکو اپنے مابعد سے تعلق قوی ہوتا ہے اور سکوت کیلئے تعلق نہ ہونا چاہئے لیکن اگر یہ قوی ہیں تو مابعد سے انقطاع کی وجہ سے محل سکوت تو بن سکیگا مگر بجز بھی نامکمل ہو جوتے کی وجہ سے سکوت پر تہ نہیں ہے ہاں اگر یہ علامات وقف آیت پر ہوں تب بدرجہ اولیٰ ان پر سکوت ہوگا۔

۱۶) اول اس سے مراد وہ موضع ہیں جو آیت یا علامات وقف کے ماسوا ہوں مثلاً کلابل سکتہ ران اور قیل

من سکتہ ران کیونکہ عوجا سکتہ قیحا میں سکتہ کے علاوہ آیت بھی ہے اور آیت محل سکوت داخل وقف ہے نیز من

سرقہ نام سکتہ ہذا میں علامات وقف ہے لہذا یہ بھی محل سکوت بن سکتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لہذا جب

مقدم لڑ کر داخل وقف ہی نہیں تو محل سکوت بننے کا کیا سوال اور تو فرما لڑ کر وہ چونکہ وقف کیلئے قوی محل ہیں لہذا محل سکوت

ہی ہونگے۔ فائدہ: اس عبارت پر غور کرنے سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ سکوت کیلئے محل وقف کیلئے قوی محل ہونا چاہئے

۱۷) چونکہ تلاوت کا منشی تعلق مع اللہ تعالیٰ اور توجہ الی اللہ تعالیٰ ہے لہذا اس دوران اسکے علاوہ کسی بھی

دوسرے شغل کی اجازت نہ ہونا چاہئے البتہ اگر کوئی ایسا شغل ہو جو تلاوت سے خارج مگر معین للتلاوة ہو تو

من حیث مسئلہ اسکی اجازت ہے مثلاً چار پان وغیرہ مگر آداب تلاوت کے خلاف ہے۔

قطع کی تعریف اور اسکے احکام

وقف کرنے کے بعد پھر نہ پڑھنے کو قطع کہتے ہیں ^{ع۱}

① وقف کرنے کے بعد اگرچہ پڑھنے کا ارادہ نہ ہو لیکن پڑھنا بند نہیں کیا تو اسکو قطع نہ کہیں گے ^{ع۲}

② وقف کرنے کے بعد نہ پڑھا گیا اگرچہ پڑھنے کا ارادہ تھا لیکن یہ قطع ہو جائیگا۔ ^{ع۳}

③ قطع قرأت کو قطع ارادہ لازم ہے لیکن اگر کوئی مانع پیدا ہو گیا تو اس سے بھی قطع ہو

جائیگا مثلاً کسی کے سلام کا جواب ہی دیا گیا ^{ع۴}

^{ع۱} قطع کے لغوی معنی جدا کرنا اور الگ کرنا اور اصطلاحی تو یہ ہے کہ کتاب میں ہے اب ان دونوں کے مابین مناسبت

ظاہر ہے۔ تو یہ ہے کہ الفاظ پھر نہ پڑھنے کو پر غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت قاری صاحب نے اسکو

عام رکھ لیا ہے خواہ نہ پڑھا یا لا ارادہ ہو یا بلا ارادہ دونوں قطع ہے جسکے نتیجے میں تو یہ ہے قطع کی ہر دو قسم (قطع حقیقی

و اتفاقاً) کو شامل ہے جیسا کہ مابعد سے معلوم ہو جائیگا۔

^{ع۲} یہاں سے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ چونکہ قطع کہتے ہیں نہ پڑھنے کو لہذا اگرچہ یہاں ارادہ تو

تھا قطع کا منکر اسکی تکمیل نہ ہوتی لہذا یا وجود ارادہ سے قطع نہ ہوگا۔ اور صرف ارادہ کی وجہ سے جدید

استعاذہ کی ضرورت نہیں۔

^{ع۳} یہ حکم تمسیر کے برعکس ہے

قائدہ:- حکم نمبر ۲۰۱ تو یہ ہے کہ الفاظ پھر نہ پڑھنے پر تفریح ہے۔

^{ع۴} جیسا کہ آپ آئندہ پڑھیں گے کہ قطع حقیقی میں قبل از وقف قطع قرأت کا ارادہ ہوتا ہے لہذا

اس سے مراد قطع حقیقی ہے۔

فائدہ: قطع کی دو صورتیں ہیں قطع حقیقی قطع اتفاقی۔

- ① قرأت کا ختم کرنا مقصود ہو تو اسکو قطع حقیقی کہینگے ع۔
- ② قرأت کرتے وقت کوئی امر مانع ہو تو اسکو قطع اتفاقی کہینگے ع۔
- ③ سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ منقطع نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی وجہ منافی قرأت پیدا ہوگئی تو قطع ہو جائیگا ع۔

بشیرہ گزشتہ۔

ع۔ یہ شکل قطع اتفاقی کی ہے اصل تو قطع کیلئے بوقت وقف ارادہ منقطع ہونا چاہئے لیکن اگر پہلے سے قطع

کا کوئی ارادہ نہ تھا مگر دوران تلاوت اتفاق سے کوئی ایسا امر پیش آ گیا جو تلاوت کے منافی ہو مثلاً بلا ضرورت کے فاجوش یا ٹھہرا یا سو گیا یا مثلاً کسی سے کوئی بات کر لی جسکا تعلق قرآن سے نہ ہو تو یا وجود اسکے کہ آگے تلاوت کا ارادہ تھا اور قطع کا ارادہ نہ تھا مگر پھر بھی قطع ہو جائیگا لہذا اب بوقت تلاوت جدید استعاذہ کرنا

فائدہ:- کتاب میں بطور مثال کے سلام کے جواب کو فرمایا چونکہ سلام کا جواب بظاہر دینی گفتگو

ہے نیز قرآن شریف میں اسکا حکم فرمایا گیا ہے لہذا اسکے متعلق یہ خیال ہو سکتا ہے کہ سلام کا جواب چونکہ

تقاضہ قرآن ہے لہذا اس سے جدید استعاذہ لازم نہ ہونا چاہئے مصنف نے اس مثال سے مذکورہ معانی

کو ختم فرمایا کہ وہ بھی تلاوت کیلئے کلام اجنبی ہے لہذا اسکے بعد بھی جدید استعاذہ لازم ہے۔

ع۔ یعنی قبل از وقف قرأت ختم کرنے کا ارادہ ہو اور ختم کر دیا تو اسکو قطع حقیقی کہتے ہیں لہذا اول ارادہ و

عمل دونوں کے مجموعی کا نام قطع حقیقی ہے۔

ع۔ یعنی قبل از وقف قرأت بند کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو مگر کسی مانع کا وجہ (جن کا ذکر ابھی حاشیہ ۵

میں ہوا) قرأت ہوگئی تو اسکو قطع اتفاقی کہتے ہیں

و دلیل مصر۔ قرأت کا بند ہونا یا لغضہ ہو گیا یا بلا قصد اگر بلا قصد ہے تو حقیقی اور بلا قصد ہے تو اتفاقی۔

۴) سکوت میں اگر پڑھنے کا ارادہ سے منقطع نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی وجہ منافی قرأت پیدا ہوگئی تو قطع ہو جائیگا۔

۵) اثناء قرأت میں کسی وجہ سے قطع لازم آتے تو ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنا چاہئے۔

۶) بلا وجہ سکوت کیا لیکن فوراً ہی پڑھنے لگے تو باوجود ارادہ قرأت قطع ہو جائیگا اسلئے کہ قطع کے بعد عدم ابتدا ضروری نہیں اور توقف اور تاخیر شرط ہے۔

۷) مثلاً دوران سکوت دھن منتشر ہو گیا یا دوسری طرف منتقل ہو گیا تو اب سکوت نہ رہ گیا کیونکہ مذکورہ سکوت انتشار دھن کے سبب سے بلا وجہ فاشی کے حکم میں شمار کیا جائیگا جو کہ منافی قرأت ہے لہذا قطع ہو جائیگا اور یہ قطع اتفاقی ہوگا اور باوجود سکوت کے بوقت ابتدا استعاذہ ضروری ہے۔

۸) مطلب یہ ہے کہ قطع خواہ حقیقی ہو خواہ اتفاقی اسکے بعد ابتدا کرتے وقت استعاذہ کا اعادہ ضروری ہے اسلئے کہ ہر قطع کے بعد کی قرأت ابتدا و تلاوت ہے اور ابتداء تلاوت میں استعاذہ ضروری ہے

۹) قاعدہ: دوران سکوت پیش آنے والے قطع کو نمیز اور نمیز میں دوران تلاوت پیش آنے والے قطع کو بیان فرمایا ہے۔

۱۰) وقف کرنے کے بعد بلا وجہ سکوت کیا یعنی تاخیر وقف سے زیادہ دیر فاشی رہا پھر فوراً پڑھنے لگا تو باوجود اسکے کہ بوقت وقف آگے پڑھنے کا ارادہ بھی تھا اور پھر تھوڑی دیر میں اس پر عمل بھی کیا یعنی آگے پڑھا پھر بھی قطع ہو جائیگا حالانکہ بظاہر شرط سکوت (نیت قرأت و ابتدا) موجود ہیں لیکن چونکہ سکوت کی اہم شرط ضرورت قرآنی کے تحت فاشی کا ہونا موجود نہیں لہذا قطع ہو جائیگا۔

۱۱) چنانچہ خود ہی مصنف اسکی وجہ بیان فرما رہے ہیں اولاً عبارت کا اصل ملاحظہ ہو متن کی عبارت قطع کیلئے عدم ابتدا ضروری نہیں ہے یعنی ابتداء نہ ہو تب ہی قطع ہوگا یہ ضروری نہیں ہے بلکہ

- ④ سکوت کی حالت پڑھنے کا خیال جاتا رہا اس سے بھی قطع ہو جائیگا۔^{۱۲}
- ⑤ قرآن مجید ختم کرنے کو قطع لازم نہیں تا وقتیکہ پڑھنے کا ارادہ بھی نہ منقطع ہو لہذا یہ قطع نہ ہوگا۔^{۱۳}
- ⑧ قطع بھی چونکہ از قسم وقف ہے لہذا قطع بھی جمیع احکام میں مثل وقف کے ہے۔^{۱۴}

بقیہ صفحہ گذشتہ۔

باوجود ابتداء کے بھی قطع ہو سکتا ہے نیز وقف سے زیادہ تاخیر بلا وجہ ہو تیسری قطع ہونی بھی نہیں ہے بلکہ تاخیر کے بھی قطع ہوتا ہے

اب مصنف کی بیان کردہ وجہ کا حاصل یہ ہوا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وقف کرنے کے بعد آگے نہ پڑھا جائے تیسری قطع ہوگا یا بلا وجہ غرضی وقف سے زیادہ نیز تکم ہوگی تب ہی قطع ہوگا اور اس سے کہ تاخیر خواہ بلا وجہ ہی ہو تب بھی قطع نہ ہوگا بلکہ منافی قرأت کے پیش آنے سے خواہ وہ منافی قرأت وقف کی تاخیر سے کہ ہی ہو مثلاً سلام کا جواب دیا یا پوچھنے پر وقت بتلایا تو اس میں وقف سے کہ تاخیر ہوتی ہے نیز فوراً آگے پڑھنا بھی ہے پھر بھی قطع ہو جائیگا کیونکہ منافی قرأت پیش آیا پس صورت مذکورہ میں چونکہ بلا وجہ سکوت کیا ہے اور بلا وجہ سکوت قرأت کے منافی ہے لہذا اب سکوت نہ رہیگا بلکہ قطع ہو جائیگا۔^{۱۲} حاشیہ نمبر ۱، ملاحظہ فرمائیے

⑬ قطع کہتے ہیں قرأت کے بند کرنے کو لہذا اگر کسی نے قرآن اتم کو ختم کیا پھر شروع کر دیا اور قرأت بند نہیں کی تو یہ قرأت ہی ہے قطع نہیں ہے لہذا اب ختم قرآن کو قطع سمجھ کر پھر شروع کرنے وقت استعاذہ لیا کوئی ضرورت نہیں بلکہ استعاذہ پڑھنا غیر محل میں ہونے کی وجہ سے غلط ہوگا لہذا اسکی ضرورت نہیں ہے۔

⑭ اسکی وضاحت سکتے و سکوت کے بیان میں گزر چکی

⑨ جس طرح وقف کیلئے کسی موقف اور محل کا وجود ضروری ہے اسی طرح کیلئے بھی کسی مقطع کا ہونا ضروری ہے لہذا معلوم ہونا چاہئے کہ مقطع کی علامت رع ہے جسکو عوام الناس اسپر رکعت کرنے کی وجہ سے اسکو رکوع کہتے لگے حالانکہ خود رکعت وغیرہ کی ضرورت نہیں بھی کسی نہ کسی مقطع کی حاجت ہوتی ہے چنانچہ عموماً علامت مقطع رع پر رکعت کی جاتی ہے اس وجہ سے اسکو رکوع کہنا بھی صحیح ہے۔^{۱۳}

^{۱۴} یہ حکم قطع حقیقی سے متعلق ہے جب تلاوت بند کرنا ہی مقصود ہو تو ظاہر ہے کہ ایسی جگہ چاہئے کہ جسکو اپنے ما بعد سے تعلق نہ ہو ورنہ کلام ناقص رہے گا جو کسی بھی زبان کے اصول کے خلاف ہے اور اگر کلام موجود ہو تو اسکی قیامت اور بڑھ جائیگی کہ کلام ناقص کے سمجھنے میں پریشانی ہوتی ہے یا کبھی ملو خداوند کے خلاف بھی ہو جاتا ہے مثلاً ذن، نشاء، فلیومن ومن نشاء فلیکفر قطع کیا لہذا مقطع یعنی محل قطع ایسا ہونا چاہئے جہاں کلام فتم ہو یعنی مقطع ہو مگر مقطع سے واقفیت کیلئے کم از کم معانی سے واقفیت ضرور عا ہے اور یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی لہذا متاخرین محسنین نے اسکی آسانی کیلئے معانی پر غور فرما کر مقاطع کی تعین فرمادی اور اسکے لئے رع کو بطور علامت مقرر فرمایا لہذا قطع ایسی جگہوں میں ہونا چاہئے

^{۱۵} اب علامت رع کی حقیقت سے آگاہ فرما رہے ہیں کہ دراصل علامت رع مقطع کا حرف ہے (جیسا کہ آپ نے علامت وقف کے باب میں پڑھا کہ اختصار کے پیش نظر مکمل لفظ کے ایک دو حرف بطور رمز و علامت کے مقرر کیا جاتے ہیں)

اب چونکہ نماز میں قرأت فتم کر کے (قطع) کر کے رکوع میں جانا ہوتا ہے اور قرأت قطع کرنے کیلئے کسی مقطع کا ہونا ضروری ہے اور رع یہ مقطع کی علامت ہے لہذا اسپر قرأت قطع

⑩ قطع فتم قرأت کو کہتے ہیں لہذا فتم قرأت کسی جزو کامل پر ہونا چاہتے خواہ منزل ہو یا فتم سورت فتم پارہ ہو یا نصف، بع ہو یا رکوع ان پر قطع بہتر ہے جب کہ فتم تلاوت مقصود ہو۔

⑪ قطع کیلئے اصل محل دو ہیں جنکی پابندی آسانی ممکن ہے اول رکوع دوسرے آیت لہذا قطع کرتے وقت مقطع کی پابندی ضروری ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ -

کے رکوع میں جاتے ہیں پھر اسپر مسلسل عمل ہوتا رہتا تو لوگ 'ع' کو بجائے مقطع کہنے کے رکھتا ہی سمجھنے لگے حالانکہ رکوع نماز کا ایک رکن ہے وہ خود اس علامت کا محتاج ہوتا ہے لہذا اس 'ع' سے مراد مقطع ہے نہ کہ رکوع لیکن چونکہ لوگوں کا اسپر عموماً رکوع کرنے کا عمل ہے اسلئے مجازاً اسی 'ع' کو رکوع کہتے ہیں جسکی گنجائش بھی ہے۔

خلاصہ: اس پوری عبارت سے ایک تو 'ع' کی حقیقت معلوم ہوئی کہ وہ مقطع کا رمز ہے پھر یہ معلوم ہوا کہ یہ محل قطع ہے۔

حاشیہ نمبر ۱۰ سے یہ معلوم ہو گیا کہ قطع ایسی جگہ ہونا چاہتے جہاں بات پوری ہو لیکن جیسا کہ اپنے پڑھا بات کے پورا ہونے نہ ہونے کو بہر شخص نہیں جان سکتا لہذا اسکے لئے حضرت مصنف ان مواقع کو بیان فرما رہے ہیں متن کے مذکورہ مواقع محل قطع ہیں لہذا تالی قرآن کو کم از کم ان کی پابندی کرنا چاہتے قائد ۱۰۔ یہاں یہ سمجھنا چاہئے کہ مذکورہ مواقع قطع حقیقی کے ہیں کیونکہ قطع حقیقی ہی کا قطع اختیاری ہوتا ہے جن میں انکی پابندی ہو سکتی ہے لہذا تالی قرآن کو چاہئے کہ اگر دوران تلاوت کوئی آگیا تو بشرط امکان مذکورہ مواقع میں سے کسی ایک پر پہنچ کر ہی اس سے ہم کلام ہوتا کہ قطع اپنے محل میں ہو کر صحیح ہو۔

۱۱۔ اوپر کے مقاطع پر غور کرنے سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ محل قطع میں قدر ہوں مگر وہ دو قسم پر ہے

- ۱۲) جن آیتوں پر علامت وصل ہو ان پر قطع نہ کیا جاتے تو بہتر ہے۔^{۱۹}
- ۱۳) درمیان آیت اور علامت وقف پر قطع ہرگز جائز نہیں۔

بقیہ صفحہ گذشتہ -

یا تو محل قطع صرف آیت ہے یا وہ کوئی جملہ جو آیت پر ہے گویا ادب کے سب محل قطع ان ہی دو قسموں میں منقسم ہوا
 فائدہ ۱۰- بیان کے اس انداز سے اول تو حقیقت کا انکشاف ہوا نیز حکم نمبر میں قطع کا من محل کا بیان
 ہوا انہیں اضافہ ہو گیا کہ ہر گول واثر محل قطع ہے تاہم معانی سے واقفیت پر اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی گول
 واثر کلام ناقص پر ہے اور اس پر قطع کرنے سے معنی خداوندی کے خلاف ہو جاتا ہے مثلاً فویل للذاصلین
 تو اس پر قطع نہ ہونا چاہئے جیسا کہ آئندہ حکم میں اسکی صراحت ہے
 فائدہ ۲، مصنف نے بڑے مختصر انداز میں سارے مواقع قطع کو دو قسموں میں منقسم فرمایا کہ محل قطع سے
 واقفیت نیز اس پر عمل کرنے کو فرمایا۔

^{۱۹} قاری عموماً احکام کا مکلف بحالت اختیار ہی ہوتا ہے لہذا اس حکم کا تعلق قطع حقیقی سے ہے کہ
 علامت وصل والی آیتوں پر قطع نہ کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ جب وقف محل قوی کا تعلق مقتضی ہوتا ہے تو قطع حقیقی
 کیلئے محل مزید قوی ہونا چاہئے یا کم از کم محل وقف کی سی قوت تو ضروری ہے لہذا جب علامت وصل محل
 وقف نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ محل قطع بھی نہیں ہو سکتی مثلاً فویل للذاصلین اسلئے اول تو اس پر علامت
 وصل کی وجہ سے قطع کرنا ہی صحیح نہیں مگر چونکہ اس جگہ آیت ہے اور آیت سور کے ایک جز کی تکمیل ہے لہذا تکمیل
 جز کے اعتبار سے یہ محل قطع بھی ہے لہذا اس جگہ آیت کی رعایت میں قطع بھی جائز ہوا جسکے نتیجہ میں علامت وصل
 والی آیت کے دو منقضاں پہلو ظاہر ہوئے جن میں تطبیق کی صورت یہ ہوتی قطع کر لیا تو آیت کی وجہ سے صحیح ہے مگر
 علامت وصل کی وجہ سے نہ کرنا بہتر ہے۔

فائدہ اسکو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حکم نمبر ۱۲ تو محل قطع کے باب میں اصل سلی ہے اور حکم نمبر ۱۳
 اس سے مستغنی ہے۔

۱۴) درمیان آیت اور علامت وقف پر گزرتا جائز نہیں ہے۔

۱۵) قطع کرتے وقت صدق اللہ العلیٰ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

وذن علیٰ ذالک من الشاہدین والحمد للہ رب العلمین وغیرہ کے

الفاظ کہنا بہتر ہے تاکہ سامع کو قرأت کا انتظار نہ ہو۔

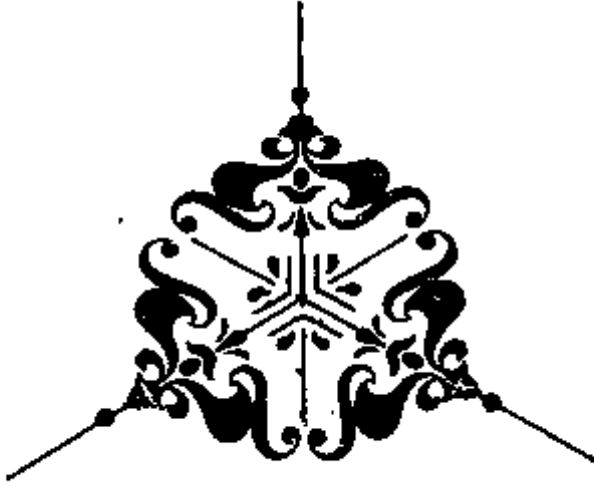
نہیبہ : اثناء قرأت میں ہر ایسی بات سے بچنا چاہئے جس سے قطع لازم آتے۔

جیسا کہ حکم نمبر ۱۲ اور حاشیہ میں یہ گزر گیا کہ محل قطع رکوع یا آیت ہے جس سے یہ واضح ہو گیا تھا کہ درمیانی آیت میں قطع صحیح نہیں لہذا درمیانی آیت میں خواہ علامت وقف ہو یا نہ ہو محل قطع نہ ہونے کی وجہ سے قطع صحیح نہیں چنانچہ صاحب نہایہ محل قطع کے متعلق نہایہ صفحہ ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں ولا یكون الا على رأس آية لان روض الآی فی نفسہا مقاطع و ذکر ابن الجوزی فی النشر بسند متصل الی عبد اللہ بن ابی الہذیل انه قال اذا افتتح احدکم آية یقرءها فقد یقطعها حق یتمہا۔

قطع چونکہ قرأت کو سمجھتے ہیں اس مناسبت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کا اختتام بھی بیان قطع پر فرمایا اور صدق اللہ الخ کے کلمات وال علی القطع ہیں خاص طور سے ان کلمات کو کبھی حکم کے تحت ذکر فرما کر قرأت کا اختتام بھی ان ہی کلمات پر فرمایا جس پر قرأت کا اختتام ہوتا ہے نیز ان کلمات کے اخیر میں الحمد للہ رب العلمین ہے اس سے بڑے لطیف انداز میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایت کی طرح نہایت بھی حمد پر فرما کر اور نبض حدیث جسکی ہدایت ہو حمد سے اور نہایت بھی حمد پر تو وہ اقرب الی الاجابہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حمد کو قبول فرماتے ہی ہیں جب اول و آخر

کی حمد مقبول تو رحمت خداوندی سے بعید ہے کہ درمیان کو قبول نہ فرمائیں۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وحب علينا انك انت التواب
الرحيم وصلى الله تعالى على خير خلقه ونور عرشه سيدنا محمد
وعلى آله واصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين وبارك وسلم
تسليما كثيرا كثيرا. آمين



لجنة القراء کی اہم مطبوعات

نمبر شمار	اسماء کتب
۱	المسيرة في اصول القراءات العشر واجزاها بطريق الطيبة
۲	فتح الرحمن في شرح خلاصة البيان
۳	توضيح الوقف حاشية جامع الوقف
۴	حاشية القوائد المحيية (جزء اول)
۵	وهب سر تجويد
۶	قرآن کریم اور قوش الحانی
۷	القول الجميل في مدالتاذين والتكبير
۸	فن تجويد قرأت مکالمات کے آئینہ میں (اضافہ شدہ)
۹	توضیح العوام و کاشف الابهام
۱۰	ظہیر استقبالیہ (کجرات میں تجوید قرأت کی خدمات)
۱۱	مقالہ بعنوان: تجوید قرأت کے اسباب زوال اور نشاۃ ثانیہ

LAJNAT UL QURRA

Darul Uloom Falah -E- Darain
Tadkeshwar Ta. Mandwi Dist. Surat
Mob. 9879825967 9879464947